صراطِ مستقیم

اہل شریعت و طریقت کیلئے نایاب

تحفہ

بہ وساطت والدین تاج الاولیاء حضرت قبلہ محمد عبدالشکور

قادری چشتی ابوالعلائی جہانگیری

امین العارفین حضرت الشاہ محمد عبدالرؤف نیّر

قادری چشتی ابوالعلائی جہانگیری سلطانی

صاحبزادہ محمد عبدالقدوس • قادری شکوری رؤفی

سجادہ نشین • دربار عالیہ شکوریہ قادریہ

گارڈن ٹاؤن - لاہور

صِراطِ مُستقیم

اہلِ شریعت و طریقت کیلئے نایاب تحفہ

مؤلفہ

مختار احمد اعوان - رؤفی شکوری قادری - بی - ایس سی - بی - ایڈ - ایم - اے
"اسلامک سٹڈیز" ہیڈ ماسٹر ڈویژنل پبلک سکول اینڈ انٹر کالج - ماڈل ٹاؤن - لاہور

حسبُ الارشاد

قبلہ و کعبہ - ملجا و ماوا - سکونِ قلب و جاں - آقائے بیکساں - سہارۂ غریباں محترم و مکرم صاحبزادہ الشاہ محمد عبد القدوس صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربارِ عالیہ رؤفیہ شکوریہ قادریہ بمقام بستی جیون ہانہ

گارڈن ٹاؤن - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب	ــــــــــ	صراطِ مستقیم
مصنّف	ــــــــــ	مختار احمد اعوان - رؤفی شکوری - قادری
نظرِ ثانی	ــــــــــ	صاحبزادہ الحاج محمد غفران احمد رؤفی - شکوری -
کتابت	ــــــــــ	منظور الکتابت ۳۸ - اردو بازار لاہور
طباعت	ــــــــــ	اگست ۱۹۸۷ء
تعداد	ــــــــــ	ایک ہزار (پہلا ایڈیشن)
قیمت	ــــــــــ	۲۵/- روپے

عرضِ ناشر

اِس نازک اور پُر فتن دَور میں انسان بھٹک رہا ہے۔ وُہ "راہِ حق" کا متلاشی ہے۔ اسے صراطِ مستقیم کی جستجو ہے۔ وہ سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہونا چاہتا ہے۔ اسے اُس مردِ حق کی تلاش ہے جو حقیقت سے روشناس کرا سکے۔ وہ اس رہبرِ کامل کا متمنّی ہے۔ جس کا دل علم و عرفان کا سرچشمہ ہو۔ وہ اہلِ اللہ کا متلاشی ہے جو قرآن و سنّت کے مطابق اس کی رہنمائی کر سکیں۔ موجودہ دَور میں اُس کی مایوسی اور پریشانی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اس کے خیال میں وہ مایۂ ناز ہستیاں جو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اب ناپید ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ وہ برگزیدہ بندگانِ خدا اب بھی موجود ہیں اور مخلوقِ خدا اُن سے مستفید ہو رہی ہے۔

موجودہ حقیر سی کاوش کسی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ یہ کسی کی صُحبت کا شرف ہے۔ یہ کسی کے لطف و کرم کا نمونہ ہے۔ یہ کسی کی شفقت و عنائت کا اثر ہے کہ اس ناچیز نے یہ تالیف "صراطِ مستقیم" پیش کی ہے۔

موجودہ کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اس مادی دَور میں "سیدھی راہ" کو کس طرح معیّن کیا جا سکتا ہے۔

راہِ ہدائت کیا ہے؟ اور یہ کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے؟

صراطِ مستقیم (i) کیا ہے؟

(ii) یہ کن لوگوں کو حاصل ہوا؟

(iii) کیسے حاصل ہُوا ؟

اور (iv) عام لوگ افراط و تفریط کی زد میں آکر صراطِ مستقیم سے کیسے دُور ہو جاتے ہیں ؟

مَیں علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کا از حد ممنون ہوں۔ جن کے خطباتِ جمعہ میرے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ دُعا گو ہوں کہ باری تعالےٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے میں انہیں ان کے نیک مشن میں کامیاب کرے۔ اور ان کا ادارہ "منہاج القرآن" دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین !

میرے برادرِ طریقت جو صاحبِ اجازت بھی ہیں اور دربار عالیہ رؤفیہ شکوریہ کی خدمات کے لئے دل وجان سے معروف ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی یہاں ضروری ہے یہ ان کے خلوص اور تعاون کا نتیجہ ہے۔ کہ میں بعض اہم ذمہ داریوں کو نبھا رہا ہُوں۔ میرے یہ مخلص بھائی محمد اسلم صاحب رؤفی شکوری ہیں۔ یہ دربار اقدس کے خصوصی غلام ہیں۔

آخر میں مَیں ان ہستیوں کا ممنونِ کرم ہوں۔ جو میرے لئے ہمیشہ باعث تسکین و جاں اور ڈھارس ہیں۔ اور یہی میرے لئے بیش قیمت سرمایہ ہے۔ یہ ہیں میرے آقا و مولا۔ ملجا و ماوا۔ سہارہ بیکس سیدنا و مولانا الشاہ حضرت محمد عبدالرؤف ببّر "امین العارفین" کے نورِ چشم اور دربارِ عالیہ رؤفیہ شکوریہ کی زینت قبلہ صاحبزدگان پاک مدظلہٗ العالی۔

خاص طور پر یہ اشاعت "قبلہ و کعبہ الشاہ محمد غفران احمد صاحب۔ ناظم اعلےٰ دربارِ عالیہ رؤفیہ شکوریہ کی مرہونِ منت ہے۔ اُن کی رہنمائی۔ شفقت اور حوصلہ افزائی سے یہ ناچیز اس تالیف کے قابل ہُوا ہے۔

مَیں اُن برادران طریقت کا بھی ممنون ہوں جن کی وساطت سے ۴۰ ارشادات

سلطان العاشقین - شمس المنورین - رئیس العارفین "تاج الاولیاء" سیدنا و مولانا حضرت الشاہ محمد عبدالشکورؒ موصول ہوئے۔ اور ان کو اس تالیف میں شامل کیا گیا۔ ان کی وجہ سے اس کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اور یہ اہلِ دل کے لئے ایک بیش قیمت سرمایہ اور نایاب تحفہ بن گئی ہے۔

فقط بندۂ درگاہ

مختار شکوری

قبلہ و کعبہ حضرت صاحبزادہ محمد عبدالقدوس قادری شکوری روفی

دربارِ عالیہ رؤفیہ شکوریہ کا ارشاد مبارک اور تاثرات :-

محبّ برادرم مختار احمد اعوان صاحب رؤفی شکوری

سلام مسنون -

آپ کی تالیف "صراطِ مستقیم" کا بغور مطالعہ کیا ہے حضرات سلسلہ عالیہ کا آپ پر خاص کرم اور توجّہات ہیں - یہ کتاب اہلِ دل کے لئے نایاب تحفہ ثابت ہوگی -

مَیں قبلہ وکعبہ - دادا حضور - حضرت الشّاہ محمد عبدالشکورؒ "تاج الاولیاء" کے ارشادات خصوصی بھیج رہا ہوں - ان "ارشاداتِ شکوریہ" سے اس کتاب کی زینت کو چار چاند لگ جائیں گے -

مَیں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کی دیگر خدمات کے علاوہ حضرات یہ خدمت بھی آپ ہی سے لینا چاہتے ہیں - دُعا ہے - اللہ تعالےٰ آپ کو اس مشن میں کامیاب کرے - آمین -

اِس سعیٔ بلیغ کے بعد ربّ العزّت آپ کو "سیرت امین العارفین" اور "مقامِ تاج الاوّلیاء" جن کا آپ اظہار کر چکے ہیں - ان ہر دو کتب کو بھی احسن طریقہ سے تالیف کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

" ایں سعادت بزورِ بازو نیست " یہ بزرگانِ عظّام کی خاص توجہات اور کرم کا کرشمہ ہے -

اللہ تعالیٰ بزرگانِ عظّام کے توسّل سے آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین ، ثم آمین -

محمد اسماعیل شاہ شکوری۔ باؤ محمد اسحاق شکوری۔ محمد اشفاق شکوری
راوی روڈ لاہور جو کتابت و اشاعت میں آپ کے ممد و معاون رہے ہیں۔
ان کو بھی اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر میں حصہ لینے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور ان کے
درجات بلند کرے۔ آمین

فقط والسلام
بندۂ درگاہ
محمد عبدالقدوس۔ شکوری ردفی
سجادہ نشین

"صراطِ مُستقیم"

"نحمدہٗ ونصلّی و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم"

امابعد ......

فَاَعوذُ باللّٰہِ مِنَ الشیطٰن الرّجیم ۔ بِسْمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

اِھدِنَا الصِّراطَ المستقیمَ ۝ صراطَ الّذِینَ اَنعمتَ علیھِم غیرِالمغضوبِ علیھِم ولا الضّآلّین ۝ (سورۃ فاتحہ)

(ترجمہ :- ہم کو سیدھے راستے چلا۔ اُن لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا۔ نہ اُن کے جن پر غصّے ہوتا رہا۔ اور نہ گمراہوں کے ۔)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قرآن پاک نے سیدھی راہ متّعین کر دی۔ قرآن پاک نے رہنمائی کر دی کہ سیدھی راہ پر چل۔ اللہ کے بندے تو یہ دُعا کر کہ اے اللہ تو ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ وہ سیدھی راہ کونسی ہے۔؟ قرآنِ پاک نے سیدھی راہ معیّن کردی۔ اور ہدائیت کر دی کہ جب یہ الجھن پیدا ہو جائے کہ سیدھی راہ کونسی ہے ؟ جب ہر کوئی یہ دعویٰ کر رہا ہو۔ کہ میں سیدھی راہ پر ہوں۔ میں قرآن و سنّت کے مطابق گامزن ہوں۔

تو بندہ خدا ! اُس وقت اپنی عقل و خرد سے فیصلہ نہ کر۔ اپنی کم عقلی کا ثبوت نہ دے۔ خود اٹکل پچّو سے کسی نتیجہ پر نہ پہنچ۔ تیری اپنی پرکھ کا پیمانہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ تو "صراطِ مستقیم" سے دور بھی ہٹ سکتا ہے۔ تیری سوچ وچار اور تحقیق غلط راستہ اختیار کر سکتی ہے۔ صرف دینی کتب کا مطالعہ تجھے حق شناسی اور حق طلبی میں کافی نہیں ہے۔

ایک دوسرا شخص تیری تحقیق اور تجزیہ کو چیلنج کر رہا ہے۔ اور یہ دعویٰ کر رہا ہے
راؤ زتیرا راستہ غلط ہے۔ سیدھی راہ وہ نہیں جو تو سمجھ رہا ہے۔ بلکہ سیدھی راہ وہ ہے
ان کو بھی گامزن ہوں۔ اور وہ قرآن و سنّت کے مطابق ہے۔ اے انسان! عقل و
خرد سے کام لے۔ اور چیلنج کرنے والے سے نہ الجھ۔ اپنے دلائل کو استعمال نہ کر کیونکہ
اس الجھاؤ کا حل تیرے پاس نہیں۔ بلکہ قرآن پاک نے جس صراطِ مستقیم کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کر۔ اس سلسلہ میں تیری سعی و بلیغ مطالعہ تک محدود
نہ رہے۔ بلکہ ایسے الجھاؤ کی صورت میں اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق تو "اہلِ ذکر"
سے رجوع کر۔ اہل اللہ کو اپنا رہبر بنا۔ جو درحقیقت علم و عرفان کا سرچشمہ ہیں۔ اور
وہ انبیاء۔ شہداء۔ صالحین۔ صدیقین۔ نیکوکار اور اللہ تعالےٰ کے انعام یافتہ بندوں
کے علاوہ کون ہو سکتا ہے۔ یہ اہل اللہ وہ ہیں جن کو قربِ الٰہی حاصل ہے۔ جنہوں نے
اللہ اور اس کے رسول پاکؐ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی
ہیں۔

قرآن پاک نے اس الجھن کا حل بتایا ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ ذکر سے پوچھو۔ کہ ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔

[نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی۔ ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں، اپنی آستینوں میں

اسی لئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

[یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء]

اسی وجہ سے دین کے بہت بڑے عالم مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شُد

سیدھی راہ کے طلبگارو! سیدھی راہ وہی ہے جس پہ اللہ تعالےٰ کے نیکوکار برگزیدہ بندے چلتے رہے ہیں جو ولائت۔ معرفت اور روحانیّت کے حامل ہیں صراطِ مستقیم وہی ہے۔ وہ راہ جس پہ حملہ آور شیطان نہیں ہوسکتا۔ شیطان نے کہا۔

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ - باری تعالیٰ مجھے تیری عزّت کی قسم! میں تیرے بندوں میں سے ہر ایک کو گمراہ کروں گا۔ اور کامیابی بھی حاصل کروں گا۔ باری تعالےٰ نے فرمایا کہ اے شیطان:۔ کیا تو میرے تمام بندوں کو گمراہ کر سکے گا؟ شیطان نے کہا:۔ باری تعالیٰ سب کو گمراہ کروں گا لیکن ان کو نہیں جو تیرا قرب حاصل کر چکے ہیں۔

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ

سوائے ان کے جو تیرے مقبول۔ برگزیدہ اور مقرّب بندے ہیں۔ ان پر حملہ آور ہونے کا گمان بھی نہ کروں گا۔ ان کے نزدیک جانے کا خیال بھی نہ لا سکوں گا۔ گو میں نے ہر فرد بشر کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ لیکن جو قرآن و سنّت کی راہ پر گامزن ہیں۔ جن کے دل علم و عرفان کا سرچشمہ ہیں جو تیرے مقرّب بندے اور مقرّب ولی ہیں۔ جو نفس کے چنگل سے آزاد ہو چکے ہیں جو تیرے محبوب کی محبّت اور یاد میں اپنی ذات فنا کر چکے ہیں جو تیرے جلووں کا نظارّہ شب و روز کرتے ہیں۔ جن کی زندگیوں کا مقصد تیرے سچّے دین کی سربلندی ہے۔ اُن کو سیدھی راہ سے بھٹکانے کا کبھی گُمان بھی نہ کر سکوں گا۔

بقول مولانا رومؒ

خاصانِ خدا۔ خدا نہ باشند

لیکن از خدا جُدا نہ باشند

یعنی کہ خاصانِ خدا۔ خدا نہیں ہوتے۔ لیکن خُدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔ اب وُہ عالم دین جو اِن خرقہ پوشوں کی صحبت سے ناآشنا ہے۔ جو ان خاصانِ خدا کے قُرب سے محروم ہے۔ وُہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ یہ خاصانِ خدا کیا ہیں۔ اور قرب کی وجہ سے کس مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔

سورۂ توبہ۔ رکوع ۱۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ؕ

(ترجمہ:۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ پر تقویٰ کرو۔ اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ)

اِس میں مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ جو تم میں سے راست باز اور صادق ہوں۔ دین کی طرف قوم کی رہنمائی کریں تو اُن کا ساتھ دو۔ اور اُن کے دامن سے لپٹ جاؤ۔

بقول مولانا رومؒ

صد کتاب و صد ورق در نار کُن

جان و دل را جانبِ دلدار کُن

مولانا کے اس شعر سے صاف واضح ہے کہ دینی کتابیں بھی مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ جب تک کہ کسی مردِ حق سے نسبت نہ ہو۔ بلکہ مولانا موصوف تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ

چُوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول ہم خُدا در ذاتش آمد۔ ہم رسولؐ

اسی لئے تصوّف میں فنا فی الشّیخ ۔ فنا فی الرّسول اور فنا فی اللہ کا درس دیا جاتا ہے
اگر ان نیکوکار ۔ برگزیدہ بندگانِ خدا سے نسبت نہ ہو ۔ تو اس مادی دُنیا میں
انسان تباہ و برباد ہو جاتا ہے ۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔ ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

یہ بندگانِ خدا زینہ ہیں ۔ نفس کے چُنگل سے آزاد کراتے ہیں ۔ اللہ اور
اس کے رسول ﷺ کی سچّی محبت اور راستے سے روشناس کراتے ہیں ۔

سلطان العارفین حضرت باہوؒ فرماتے ہیں ۔

س ۔ سُن فریاد پیراں دیا پیرا ۔ میری فریاد سنیں کن دھر کے ھُو ؎
میرا بیڑا اڑیا وِچ کپراں دے ۔ جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھُو
محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی ۔ میری بانہہ پھڑیلو گُھٹ کر کے ھُو
پیراں جہاندے میراں باھُو ۔ لنگھدے کدی اوتر کے ھُو

ان بندگانِ خدا کی صحبت کے اثر اور فیض سے عشقِ حقیقی کی حقیقت سے آگاہی
ہوتی ہے ۔

(۱) کسی ہندو لڑکی نے کسی سادھو بابا سے پوچھا ۔
باباجی ! انسان بھگتی سے مُراد کو پہنچتا ہے ۔ یا سنگت سے ؟
سادھو بابا نے جواب دیا ۔ بیٹی ۔ سنگت سے ۔

کیونکہ سنگت کا اثر ہونے کے بعد بھگتی (عبادت) کا رجوع اپنے
آپ ہو جاتا ہے ۔

(۲) بھگت کبیر فرماتے ہیں ؎

چلتی چاکی دیکھ دیا کبیرا روئے
ان دو پاٹن کے بیچ میں آئے کے ثابت گیا نہ کوئے

چاکی چاکی سب کہیں کلّی کہے نہ کوئے
کلّی سے جو لگ رہا با کا بال نہ بیکا ہوئے

بھگت کبیر نے اس دُنیا کو چکّی سے تشبیح دی ہے کہ جسطرح دانہ چکّی کے پاٹوں میں آکر پس جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اس ہوس کی دُنیا میں پس کر رہ جاتا ہے دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ دانہ جب تک کلّی سے لگا رہتا ہے۔ وہ ثابت رہتا ہے جونہی کلّی سے الگ ہوتا ہے۔ پس جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کی رہنمائی کے لئے اگر کوئی مردِ مومن ہو۔ اگر کسی مردِ حق آگاہ سے تعلق اور نسبت ہو۔ تو سکون میسر آجاتا ہے ورنہ انسان اس فانی دُنیا میں دانے کی طرح پس جاتا ہے۔ الجھنیں، مایوسیاں۔ اور حوادث اسے سکونِ قلب کی دولت سے محروم کر دیتے ہیں۔

اِن اللہ کے مقرّب بندوں کی صحبت تمام الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے اور جس قدر زیادہ قربِ رحمتِ خداوندی سے حاصل ہو جائے۔ اتنی ہی کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔

شیخ سعدیؒ کی فارسی میں ایک نظم ہے :۔

گلِ خوشبوئے در حمّام روزے
رسید از دست محبوب بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری
کہ خوشبوئے تو دل آویز مستم

بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولے مدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں دُر من اثر کرد
وگرنہ من ہمیں خاکم کہ ہستم

حمام کی خوشبودار مٹی یعنی کھلی جسے گُل کر نہاتے ہیں - ایک روز میرے محبوب کے توسل سے مجھ تک پہنچی - مَیں نے اُس سے دریافت کیا کہ تو مشک ہے عنبر ہے کہ تیری دل کو لُبھانے والی خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں - جواب ملا کہ میں تو ایک ناچیز مٹی ہوں - لیکن ایک مدّت تک پھُول کے ساتھ رہی ہوں ہمنشیں کی خوبصورتی مجھ پہ اثر کر گئی - ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی -

اب ذرا غور کرو - کہ اللہ کے نیک بندے - عجز و انکساری سے کام لیتے ہیں - ان کی ذات میں جو کچھ پایا جاتا ہے - اور لوگ جو کچھ انہیں سمجھتے ہیں اُن سے جو مخلوق کی خدمت ہو رہی ہے - لوگوں کی جو وابستگی ان مردانِ خدا سے ہے - یہ سب " مدّتے با گُل نشستم " کا نتیجہ ہے - یہ سب " جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد " کا نتیجہ ہے ورنہ وہ تو آج بھی " وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم " کے مصداق اپنے آپ کو سمجھتے ہیں - یہ نسبت کا صدقہ ہے - یہ فنائیت کا تصدّق ہے - یہ اُس شاہراہ پہ چلنے کا نتیجہ ہے - جو قربِ ایزدی جل شانہٗ کی طرف جاتی ہے جو مدارج وعروج کی شاہراہ ہے - نسبت ہی ایک ایسی چیز ہے - جس کے قیام سے تمام منازل طے ہو جاتی ہیں - یہی فقیری کا گُر اور تصوّف کی جان ہے - محبت اس کا آغاز اور عشق اسکی انتہا ہے - محبت بغیر نسبت کے نہیں ہو سکتی - اسلئے رہبرِ کامل صرف شیخ کی ذات ہی ہو سکتی ہے - شیخ کی ذات و صفات کو حاصل کرنا اور اپنی ذات و صفات کو فراموش کر دینا ہی فنائیت ہے - شیخ چونکہ اپنی ذات و صفات کو اپنے شیخ میں فنا کر دیتا ہے - پس علیٰ ھٰذا یہ سلسلہ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے

اور وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات وصفات میں کامل فنائیت حاصل کر چکے ہیں ۔ جن کی شان میں ہے :۔

اَنَا مدینۃ العِلم وعَلِیٌّ بَابُھَا (یعنی میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے دروازے ہیں ۔)

بغیر دروازے کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا ۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں فنائیت ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا آسان تر ہو گیا ۔ مقصود قربِ خداوندی ۔ اُس کی معرفت اور فنائیت ہے ۔ مگر ان ذرائع کے بغیر ناممکن ہے ۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے محبوب بندوں کے نقشِ قدم پر چلتے چلے آؤ ۔ پھر تم بھی شیطان کی گمراہیوں سے بچ سکو گے خاموشی سے میرے نیک بندوں کا دامن تھام لو ۔ ان کے پیچھے چلے آؤ ۔

افراط وتفریط

غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّآلِّین ۝ یہاں قرآن پاک کا اشارہ دو طبقوں کی طرف ہے ۔ ایک وہ طبقہ جو دین میں اضافے کرنے لگا اور افراط کا شکار ہوا ۔ اس سے مراد یہودی ہیں ۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اصل دین میں کمیاں کرنے لگا اور تفریط کا شکار ہوا ۔ اس سے مراد عیسائی ہیں ۔ سیدھی راہ اعتدال کی راہ ہے اسلام معتدل اور متوازن دین کا نام ہے ۔ یہ اعتدال کی راہ سکھاتا ہے ۔

امتِ مسلمہ میں بھی عقائد کے اعتبار سے دو طرح کی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ۔

(۱) شریعت کے مسائل میں افراط ۔

(۲) شریعت کے مسائل میں تفریط ۔

افراط کرنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ تفریط کرنے والا غلط ہے اور تفریط کرنے والا افراط کرنے والے کو غلط سمجھ رہا ہے لیکن درحقیقت دونوں غلطی پر ہیں اصل دین میں اضافے کرنا یا اصل دین میں کمیاں کرنا دونوں غلط ہیں۔

مثالیں

۱- ایصالِ ثواب اگر کوئی عزیز فوت ہو جائے۔ تو تین روز تک تعزیت کی نشست ہوتی ہے اور یہ سنّتِ رسولؐ ہے۔

تیسرے دن تعزیت کے اختتام پر قل خوانی یا دعائے خیر کروائی جاتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ناموں پر بھی دنگا فساد شروع ہو جاتا ہے۔ اسے قل خوانی کا نام دیں یا دعائے خیر۔ اس پر چاروں قل پڑھیں یا ختم قرآنِ پاک دلائیں۔ باعثِ ثواب ہے۔ مقصد تو مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب پہنچانا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے کوئی نام تجویز نہیں کیا۔

کھانا سامنے رکھ کر ختم شریف پڑھیں یا کھانا سامنے رکھے بغیر پڑھیں، دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جس کھانے پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا گیا ہے۔ اسے کیوں نہیں کھاتے۔ اسے کھاؤ۔

ایصالِ ثواب کی یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ اپنے عزیز و اقارب کے لئے جو اس دنیا فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ بعض لوگ جمعرات کو ان کی روحوں کو ایصالِ ثواب پہنچانے کے لئے ختم شریف دلاتے ہیں اور یہ طریقہ بزرگانِ عظّام سے مروّج چلا آ رہا ہے۔ بزرگوں کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور کوئی عمل پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ عوام الناس کو اس کا علم ہو یا

دیو۔ آنحضرتؐ بھی جمعرات کو مومنین کی قبروں پر جایا کرتے تھے۔ بعض لوگ یہ دلائل دیتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے اہتمام کب کئے تھے۔ وہ امر جو شریعت کے رُو سے مباح ہو۔ جائز ہے۔ وہ پہلے زمانے ہوا ہو۔ یا نہ ہُوا ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ سب امر بالمعروف کے لئے کیا جاتا ہے۔ نہی عن المنکر کے لئے نہیں۔

لاؤڈ سپیکر کا استعمال۔ مسجدوں کا پکا کرنا۔ قرآن پاک پر غلاف چڑھانا۔ قرآن پاک میں سورتوں پر اعراب لگانا۔ نمازوں کے بعد مصافحے کرنا۔ مخصوص نصابوں پر کتابیں مرتب کرنا۔ جلسوں میں نعرے لگانا۔ درس نظامی کا قائم کرنا۔ فنِ حدیث کو پڑھنا۔ یہ سب کچھ حضور کے زمانے میں نہیں ہُوا تھا۔

ہم تقریریں کرتے ہیں۔ جماعتیں بناتے ہیں۔ ۴۰ دن کے لئے تبلیغ پر جاتے ہیں۔ ۱۰ دن تبلیغ کے لئے متعین کرتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ جائز ہے تو ایصال ثواب کے لئے ۳ یا ۴۰ دن کے بعد کوئی تاریخ مقرر کر لی۔ تو اس میں کیا حرج ہو گیا۔

حضرت موسیٰؑ کو ۴۰ دن تک کوہِ طور پر یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کا حکم ہُوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۴۰ دن غارِ حرا میں گذارے۔ جائز کو ناجائز نہ کہو۔ یہ تفریط ہے۔ لیکن جائز سمجھنے والے اس جائز کو بلاوجہ ناجائز بنا دیتے ہیں۔ وہ اس کارِ ثواب میں اضافے کر کے اس کی اصل رُوح کو ختم کر دیتے ہیں۔

تعزیت کے اختتام پر تیسرے روز یا چالیسویں روز ایصال ثواب کے بعد صدقہ وخیرات دیئے جائیں۔ غرباء اور مساکین کو کھانا کھلایا جائے لیکن بصد افسوس لکھنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس نیک کام کو بھی فرسودہ رسموں میں بدل ڈالا۔ دعوت نامے جاری ہونے لگے۔ پُر تکلف دعوتوں کا اہتمام ہونے لگا۔ بہو اور بیٹیوں کو سوٹ تک دیئے جانے لگے۔

کچھ خدا کا خوف کرو۔ مرگ کو شادی میں نہ بدلو۔ جائز بات اس وقت ناجائز ہو جاتی ہے۔ جب اس میں اضافے کر دیئے جاتے ہیں۔

مسجدوں سے کرایہ پر طالب علموں کو بلا کر پڑھانا۔ مسجدوں سے پارے اکٹھے کرنا غلط ہے۔ خود پڑھیں۔ عزیز و اقارب پڑھیں۔ قرآن پاک آپ کی بھی کتاب ہے۔

فقراء مساکین کو کھلائیں۔ عزیز و اقارب بھی ثواب کے طور پر کھائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے ایمان والو! جس کھانے پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اس میں سے کھایا کرو۔

لیکن یہ نہیں کہ یہ سب کچھ خود ہی کھا جاؤ۔ اور غرباء اور مساکین محروم رہ جائیں

۲۔ ختم گیارھویں شریف

اس کو ناجائز قرار دینے کا بھی شرعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ بھی اسی طرح جائز، مباح اور باعث برکت ہے اور خصوصی نسبت کو مستحکم کرنے کا سبب ہے۔ جب ہم بزرگانِ عظام کے لئے ایسے اہتمام کرتے ہیں تو ان کی روحیں عالم ارواح میں خوش ہوتی ہیں۔ وہ ہمارا تحفہ قبول کرتے ہیں اور دعا کا تحفہ واپس بھیجتے ہیں۔ ان کے ہاتھ عالم ارواح میں ہمارے لئے دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔

(i) مگر خرابی اس وقت ہوتی ہے جب ختم نہ دلانے والے کو بے ایمان اور کافر قرار دیا جاتا ہے۔

ختم شریف دلانا باعث برکات ضرور ہے۔ یہ فرض اور واجب نہیں ہے۔

(ii) دوسری خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم عقائد کے لحاظ سے غلط اوہام اور بدعتوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور عقائد کے لحاظ سے اتنا پست ہو جاتے ہیں کہ اگر ختم شریف نہ دلایا۔ تو نقصان ہو جائے گا۔ بھینس مر جائے گی۔ یہ فرسودہ عقائد ہیں۔ اللہ کے نیک بندے اور برگزیدہ ہستیاں پیکرِ رحمت ہوتی ہیں۔ کوئی ختم دلائے تو دعا کرتے ہیں۔ اور نہ دلائے۔ تو بھی دعا کرتے ہیں۔ وہ غیظ و غضب میں نہیں آتے۔

(iii) تیسری زبردست خرابی یہ ہوتی ہے کہ نماز۔ روزہ۔ فرائض سنتیں سب ترک۔ سال بھر حرام کمایا اور سال بعد ختم دلا دیا۔ یا میلاد شریف کرا دیا۔ تو سمجھ لیا سب کچھ معاف ہو گیا۔ یہ غلط خیال ہے۔ اسلام ایک دین ہے اور یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کا ہر پہلو قرآن و سنّت کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔

جن بزرگانِ عظام کے ہم عقیدت مند ہیں وہ تو ہمیشہ شریعت کی راہ پر گامزن رہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ بے نماز سے زمین جس میں اُس نے دفن ہونا ہے۔ ۴۰ سال تک پناہ مانگتی ہے۔

حضور غوث پاک کا تو یہ عالم ہے کہ چالیس سال تک انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ ہم کیسے عقیدت مند ہیں۔ کہ نماز، روزہ کے نزدیک نہیں جاتے۔ لوہے کے کڑے پہنتے ہیں۔ سبز چوغے پہنتے ہیں۔ بھنگڑے ڈالتے ہیں اور اپنے آپ کو حضور غوث پاک اور داتا صاحب کا ملنگ کہتے ہیں۔ ایسے ملنگوں پر حضرت داتا صاحب اور حضرت غوث الثقلین ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں۔

شریعت کا تو یہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی میں چلے۔ ہوا میں اڑے لیکن شریعت کا پابند نہ ہو۔ تو وہ جادوگر ہے۔ وہ نہ ولی ہو سکتا ہے اور نہ ہی مردِ

برگزیدہ۔ اس کی نسبت شیطان سے تو ہوسکتی ہے۔ اللہ والوں سے نہیں۔

(۱۷) چوتھی خرابی یہ ہے کہ ہم مسجدوں میں لاؤڈ سپیکروں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ مسجدوں میں ہر روز بلند آواز ختم شریف پڑھنے کا رواج دے رہے ہیں۔ پڑوس میں کوئی بیمار ہے۔ کوئی طالب علم اپنی پڑھائی میں مصروف ہے۔ پڑوسیوں کے آرام کا خیال کریں۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں نفرت پیدا کرنے کا سبب خود بنتے ہیں۔

اور اگر کوئی منع کرتا ہے۔ تو ہم اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور منع کرنے والے کو کافر و مشرک کہنے لگتے ہیں۔ ہر کام مناسب طریقہ اور ڈھنگ سے کیا جائے تو بہتر ہے۔ کوئی سالانہ عرس ہو۔ یا کوئی اور سالانہ دینی تقریب ہو۔ تو بے شک لاؤڈ سپیکر کا استعمال کریں۔ لیکن ہر روز اس کے استعمال کو اذان کے علاوہ معمول بنانا درست نہیں۔ اسطرح ایک نیک کام کا تقدس ختم ہو جاتا ہے۔

الغرض ایک گروہ ایک طرف زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے تو دوسرا دوسری طرف۔ نام نہاد مولوی جو علم و عرفان کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے گروہ بندی میں ہی اپنا مفاد سمجھتے ہیں۔ وہ کب یہ گوارہ کر سکتے ہیں کہ ملت کا شیرازہ منتشر نہ ہو۔ ایسے عالم سال بھر میں مختلف اسلامی تہواروں کے موقع پر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے جذبات کو دین کی آڑ میں اُبھارتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گروہ بندیاں بڑھتی ہیں۔ اور آپس میں کینہ۔ حسد۔ بغض پیدا ہوتا ہے۔

ایک عالم دین کا کام تو ملت کے شیرازہ کو متحد کرنا ہے نہ کہ منتشر کرنا۔ باہمی محبت۔ خلوص۔ اُنس اور یگانگت پیدا کرنا ایک عالم دین کا فریضہ ہے۔ خواہ وہ کسی بھی

مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مردانِ خدا کامیاب و کامران زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر کوئی اُن کے اخلاق اور حُسنِ سلوک سے متاثر ہوتا ہے۔ خواہ وُہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم کافروں کے بتوں کو بھی بُرا نہ کہو تاکہ وہ پلٹ کر تمہارے سچے خدا کو بُرا نہ کہنا شروع کر دیں۔

شُنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا
دلِ دُشمناں ہرگز نہ کردند تنگ

۳۔ عُرس مبارک

بعینہٖ مختلف بزرگوں کا عرس منانا بھی جائز اور باعث برکت اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہے۔ جس دن اللہ کے کسی ولی کا وصال ہوتا ہے۔ اس دن اس کی رُوحانی شادی ہوتی ہے۔ اس دن وُہ اپنے محبوبِ حقیقی سے ملتا ہے۔ ہمارے لئے وصال موت ہے۔ اللہ کے ولی کے لئے وصال ابدی زندگی ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ کا تعیّن کیا جاتا ہے۔ قرآن خوانی اور ذکر و فکر کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ صدقہ و خیرات دیئے جاتے ہیں۔ صاحبِ عرس کی رُوح خوش ہوتی ہے۔ عرس اُس کی روحانی شادی کا دن ہوتا ہے۔ تحائف پہنچتے ہیں ملائکہ پیش کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں صاحبِ عُرس کے ہاتھ عالمِ ارواح میں دُعا کے لئے اُٹھ جاتے ہیں۔ اور عرس منانے والوں کے درجات خُلوص و عقیدت کی بنا پر بلند ہوتے ہیں۔ اور صاحبِ عرس کی یاد روحانی سربلندیوں کا سبب بنتی ہے۔ لیکن یہ محض حصولِ برکت کے لئے ہوتا ہے۔ عوام الناس کے لئے یہ فرض

ر واجب نہیں۔ عرسوں پر میلے۔ جھگڑے۔ تھیٹر جائز نہیں۔ یہی زیادتیاں
یک نیک کام میں لگاڑ پیدا کرتی ہیں۔

خلاصہ

مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ ہمیں اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے
علمائے دین کو دین آسان کر کے پیش کرنا چاہیئے۔ اس طرح نہ کریں۔ کہ کوئی ان سے اور ان کے
دین سے متنفر ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یمن کی جانب اپنے دو صحابیوں حضرت معاذ بن
جبل رضؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کو تبلیغ کے لئے بھیجا اور فرمایا۔

میرے صحابیو!

میرے دین کو میری اُمت کے سامنے یوں پیش کرنا کہ انہیں
آسان نظر آئے۔ میرے دین کو وہ مشکل نہ سمجھیں۔ بلکہ خوشخبری سمجھ کر میرے
دین کی طرف کشاں کشاں آئیں۔

ضرورتِ مُرشد

اسلام ایک معتدل اور متوازن دین ہے۔ افراط و تفریط سے بچنے کے لئے
سک کی رہبری اشد ضروری ہے۔ مرشد حق ہی وہ ہستی ہے۔ جس کی محبت
پیروی اور نسبت اس پُر خار۔ پیچیدہ اور مشکل ترین راہ میں وسیلہ بنتی ہے۔
بزرگانِ عظام کی سیرت کا مطالعہ کریں۔ یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی
زندگیاں محبت اور جستجوئے شیخ میں صرف کر کے ہی منزلِ مقصود پائی۔

یہ فیضانِ نظر تھا۔ یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا مقصدِ مراد پورا ہوا تو فرمایا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

یہ مردانِ خدا اس کٹھن اور مشکل ترین منزل کو طے کرتے ہیں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور دستگیری فرماتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور بزرگ جن کا اسمِ گرامی میر محمد صدیق احمد قائل رحہ اپنے پیر و مرشد کا قرب اور فیض حاصل کر کے فرماتے ہیں۔

کلامِ حق سے ثابت ہوا ہے اے قائل
خدا کے بندے بہت ہیں مگر شکور ہیں کم

تعریف

"اسلامی تصوّف کی اصطلاح میں "مرشد سے مراد" ہر عاقل و بالغ مسلمان کا اپنے دائرہِ دسترس میں کسی ایسے ہادی یا رہنما کی مستقل رضا کارانہ اطاعت اور تقلید۔ زندگی کے ہر پہلو میں اختیار کرنا ہے۔ جو مرید کی استعداد کے مطابق مرید کی عادات اور روحانیت کو زیادہ سے زیادہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنّت اور روحانیت کے سانچہ میں ڈھال سکے۔"

نابالغ یا غیر خود مختار افراد اپنے جائز سربراہ کی اجازت اور وساطت سے مرشد کی بیعت کر سکتے ہیں۔ ہر سلسلۂ روحانیت کے بزرگانِ طریقت، مرید کی تربیت کے لئے مخصوص اشتغال اور اوراد و ظائف اور تلقین کے معمولات رکھتے ہیں۔

مرشد کا سلسلۂ توسّل و ارادت ۔ معروف شجرۂ طریقت کے ذریعے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا لازمی ہے ۔ وسیلۂ شیخ سے نسبتِ رسول حاصل کرنا سب طریقوں کے مابین قدرِ مشترک ہے ۔

حجّتِ شرعی

"ضرورتِ مرشد" میں شک رکھنے والے افراد عمومی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں ۔

ایک گروہ میں تو "آفاقیت" یا عمومیت کا میلان ۔ مرض کی حد تک پہنچ چکا ہوتا ہے ۔ وہ خدا اور اس کی مخلوق کے مابین کسی وسیلہ تسلیم کرنے کو "شرک" قرار دیتا ہے ۔ وہ کہتا ہے اسلام تو رہبانیت، خانقاہیت اور کلیسائیت کو ختم کرنے آیا تھا ۔ عابد و معبود کے درمیان کسی پردہ کی حاجت نہیں ۔ ہر شخص علم، پرہیزگاری اور عبادت سے روحانی فضیلت حاصل کر سکتا ہے ۔ یہ گروہ، انکارِ مرشد سے بڑھ کر کبھی "امام فقہ کی تقلید" کے انکار تک پہنچ جاتا ہے ۔ کبھی "منکرِ حدیث" رسالت کے واسطہ کے بغیر قرآنِ مجید سے براہِ راست ہدایت حاصل کرنے کا مدّعی ہوتا ہے ۔ کبھی سرے سے اسلام کو الگ ہٹا کر سیدھا "توحید" تک چھلانگ لگانا چاہتا ہے ۔ اس سے بھی قدم آگے بڑھے ۔ تو "دنیا کے تمام مذاہب سچے ہیں" کا بلند بانگ اعلان ہوتا ہے ۔ اور آخری منزل وہ ہے جہاں الوہیت کا بھی کوئی تصوّر باقی نہیں رہتا ۔ بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں سچائی کی ایسی جھلک دکھائی دینے لگتی ہے ۔ کہ حق و باطل کا معیار ہی مٹ جاتا ہے ۔ گویا "اخلاقی دیوانگی" کا درجہ ہے "دماغی پاگل" کی آنکھ ۔ کان اور ہاتھ الگ الگ بھٹکتے رہتے ہیں ۔ باہمی ربط مفقود ہو جاتا ہے ۔ "روحانی پاگل" کی جبینِ عقیدت ہر سنگِ آستاں پر سجدہ ریزی کے لئے ہر وقت مضطرب رہتی ہے ۔ اس کی سچائی معیار کی متحمل نہیں ہوتی ۔ کوئی مرکز اس کے لئے آخری حجّت کا درجہ نہیں رکھتا ۔ اس کا رسول امام یا مرشد

کوئی نہیں۔ لہذا اس کا کوئی دین بھی نہیں۔ معاذاللہ۔

دوسرے گروہ میں آفاقیت کے بدعکس "نفسانیت" یا خصوصیت کے میلان کا غلبہ ہوتا ہے۔ آفاقیت کا مریض اگر ہر ایک کو سچا تسلیم کرنے پہ راضی ہے تو نفسانیت یا "خودپرستی" کا مریض کسی کو سچا تسلیم کرنے پہ آمادہ نہیں۔ اُسے اپنی ذات کے سوا ہر ایک سے بیزاری ہے۔ یہاں پہ "خودی" بجائے خود ایک الگ "انجمن" ہے۔ اور ایک جدا "محفل" کی حیثیت رکھتی ہے یہ "انانیت کا جنون" بسا اوقات اس حد تک بڑھ جاتا ہے۔ کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے فلسفی کہتے ہیں۔ کہ "خودی کی معراج یہ ہے کہ الوہیت کے علی الرغم، یہ خودی بھی ایک جدا، مقام ابدیت حاصل کرے" یہ گویا شری شنکر اچاریہ کی آتما۔ مہا آتما اور پرم آتما والا چکّر ہے۔ یہ گروہ "مرشدانِ باطل کی حکایات" چٹخارے لے لے کر، مبالغہ آمیزی سے بیان کرتا ہے۔ اور اس خبطِ بحث سے "مرشد کی ضرورت" کا انکار کرتا ہے۔ گویا "باطل مثال" سے حق کا ابطال کرتا ہے۔ استغفراللہ۔

مختصر الفاظ میں اسلامی نظریۂ حقانیت یہ ہے کہ الوہیت کو انفرادی، گروہی، قومی یا علمی مشاہدہ و استدلال کی دُوربین۔ یا خوردبین سے شناخت یا دریافت کرنا ممکن نہیں۔ "حقِ مطلق" خود ہی اپنی حقانیت کو اپنے قاصد کے ذریعہ عام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ انسانی عقل اور صلاحیت فقط "رسولِ صادق" کی شناخت کر سکتی ہے۔ عام انسان کی یہ مجال اور یہ استعداد نہیں کہ حق کی جانب سے بھیجی ہوئی رسالت سے ہٹ کر، خود براہِ راست حق کی نوعیت۔ اینیت کا تعین کر سکے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ع — کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

یہ علم فقط رسولؐ کی وساطت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ورنہ ہر انسان براہ

راست خدا کی تلاش میں تنہا نکل کھڑا ہو۔ تو راستہ میں ہر "غول بیابانی" ایک دیوتا "نظر آتا ہے۔ ہر گمراہی راستہ پیراستہ ہو کر ایک "دیوی" دکھائی دیتی ہے کہیں "عقل کُل" کے پھندے میں پاؤں اُلجھتا ہے۔ کہیں ارسطو کا "محرکِ غیر متحرک" (Un-Moved Mover) دامن گیر ہوتا ہے۔ کہیں "میری تمدنی ثقافت ہی میرا خدا ہے" کے آئینہ میں اپنی ہی وحشت کی پریشان صورتیں گرفتار کر لیتی ہیں۔

"خدائے محمدؐ" تک تو بغیر محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے رسائی ممکن نہیں اور محمدؐ کی شناسائی بغیر "نسبت محمدیؐ" رکھنے والوں کی بیعت کے، کہاں سے حاصل ہو گی۔

دل میں اگر برنگِ عشق یادِ محمدیؐ نہیں
نام کی ہے وہ زندگی کام کی زندگی نہیں

حاصلِ کُن نکاں کہیں، زینت لامکاں کبھی
عقل جسے سمجھ سکے شانِ محمدیؐ نہیں

بہت مشکل ہے انساں کی سمجھ میں آ نہیں سکتا
کوئی اُس کملی والے کی حقیقت پا نہیں سکتا

یہ سب کچھ بغیر وسیلہ کے ناممکن ہے۔ اور وسیلہ کے ہوتے ہوئے بھی استعداد

فضل باری تعالےٰ اور مرشدِ حق کا قرب اور خصوصی عنایات انتہائی ضروری ہیں۔ جتنا قرب اور محبّت زیادہ ہوں گے۔ اتنی ہی منزل آسان ہوتی چلی جائے گی۔ حق تعالیٰ کا فضل و کرم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایاتِ کریمانہ لازم و ملزوم ہیں۔

بقول کسے

۱؎

عشق کرم دا قطرہ ازلی۔ تیں میں دسے وس نا ہیں
اکناں لبھ دیاں ہتھ نہ آوے۔ اکناں دسے وچ راہیں

۲؎

کسی کے ایک آنسو پہ ہزار دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے

صرف عبادات پر ہی درجات کا دار و مدار ہوتا تو شیطان سے بڑھ کر عابد کون ہو سکتا ہے۔ جس نے زمین کے چپے چپے پر سجدہ ریزی کی۔ لیکن راندۂ درگاہ ہوا۔

توحید کی صحیح تعلیم صرف اولیاء اللہ دے سکتے ہیں۔ محض عالم کے بس کا روگ نہیں۔ اسی لئے نہایت بلند پایہ عالم مولانا رومؒ فرماتے ہیں

۱؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

اسی لئے کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

۲؎

تمنّا دردِ دل کی ہے تو خدمت کر فقیروں کی
یہ وہ گوہر ہے جو ملتا نہیں شاہوں کے خزینے میں

عشقِ رسولؐ نسبت کے بغیر میسّر نہیں ہوتا۔

مولانا ظفر علیؒ مرحوم فرماتے ہیں۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی۔ حج اچھا
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں جب تک خواجۂ یثرب کی عزت پہ
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

عبادات محض فروعی ہیں۔ مندرجہ بالا تشریح سے واضح ہے۔

بقول کسے ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض سب فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

قرآن پاک کی رُو سے دلائل

آیئے۔ اب ذرا نصّ میں اس کی حقیقت دریافت کریں۔

قرآن مجید کی بائیسویں سورہ الحج کی آیت ۷۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط

ترجمہ:۔ " اللہ اپنے قاصد انسانوں میں سے بھی چن لیتا ہے اور فرشتوں میں سے بھی"

ثابت ہوا کہ رسالت کی فضیلت خود حق کی عطا کردہ ہے۔ ہر امیرا غیرا اپنی خود رائی سے خدا کے متعلق جو ٹیوے لگائے وہ مستند نہیں۔

قرآن پاک کی نویں سورہ التوبہ کی آئت ۱۲۲ میں ارشاد ہوتا کہ:۔

وَ مَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ؀

ترجمہ :۔ " تمام مسلمان تو اس کام کے لئے نہیں نکل سکتے۔ لیکن کیوں نہیں۔ ہر گروہ میں سے اس غرض سے نکل آتے کہ دین کا شعور حاصل کریں۔ تاکہ جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پہنچیں۔ تو ان کو تنبیہ کریں اور گمراہی سے باز رکھیں "۔

قرآن مجید کی تیسری سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۰۴ میں فرمایا کہ :۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

ترجمہ :۔ " تمہارے اندر لوگ ایسے بھی ہونے چاہئیں۔ جو بھلائی کا سبق دیتے رہیں۔ احکام کی بجا آوری اور منہیات کی ممانعت کی تلقین کریں "۔

قرآن مجید کی نویں سورہ التوبہ کی آئت ۷۱ میں ارشاد ہے کہ :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

ترجمہ :۔ " مسلمان مردوں کے مابین اور مسلمان عورتوں کے مابین کچھ باہمی رفیق دینی ہوتے ہیں تاکہ احکام کی ترغیب اور ممنوعات سے پرہیز کی تلقین کریں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں "۔

یہاں تک یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اللہ کی ترجمانی کا منصب فقط اُس کے مقرر کردہ رسولؐ کو حاصل ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت پیدا رسولؐ کے وسیلہ سے دین کا شعور حاصل کرنا اور دوسروں کو سمجھانا اور اس مقصد کے لئے

باہم رفیق دینی بنانا، واجب ہے۔ اب یہ دیکھنا باقی رہ گیا ہے کہ مرشد کی خصوصیت اور فضیلت کہاں سے ثابت ہے؟

قرآن مجید کی انتیسویں سورہ العنکبوت کی آئت ۴۳ یہ ہے کہ:-

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ہ

ترجمہ:- "قرآن مجید لوگوں کے لئے کچھ مثالیں بیان کرتا ہے۔ لیکن ان مثالوں کو صرف اہل علم سمجھ سکتے ہیں"۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ فقط مدرسہ کے اہل علم کو ان پڑھوں پر فضیلت ہے۔ یا خانقاہ میں باطنی علوم وعبادات سے مزید فضیلت حاصل ہوتی ہے؟

قرآن مجید کی انتالیسویں سورہ الزمر کی آئت ۹ ہے کہ:-

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ:- "کیسا ہے وہ شخص جو رات بھر کبھی سجدے میں اور کبھی قیام کی حالت میں آخرت کا تردد کرتا ہے۔ اور اپنے رب کی رضامندی چاہتا ہے۔ کیا صاحب علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں"؟

لیجئے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ شب زندہ دار اور عبادت گذار افراد کو ایک خصوصی علم حاصل ہوجاتا ہے۔ جو اس حالت سے محروم افراد کو حاصل نہیں۔

اب نکتہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مان لیا۔ عبادت گذار مسلمانوں کو خاص علم حاصل ہوجاتا ہے۔ لیکن ان کو یہ کہاں زیب [illegible] ہے کہ اپنے علم کے زعم میں دوسرے مسلمانوں کے مرشد بن جانے کا منصب [illegible] لیں۔ سب مسلمان برابر ہیں اور

ہر شخص بقدر استطاعت، خود یہ علم حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام میں پنڈت ۔ مہنت ۔ پادری اور اسقف یا قسیس کی گنجائش کہاں ہے؟ ۔ قرآن مجید کی پچیسویں سورۃ الفرقان کی آیت ۷۴ میں ارشاد ہے کہ:۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

ترجمہ:۔ "مسلمانوں کی ایک صفت یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنے ربّ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی اولاد اور عیال سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے۔ اور ہمیں پرہیز گار مسلمانوں کا امام بنا"

قرآنی اصطلاح میں امام سے مُراد روحانی پیشوا ہے۔

مُرشد کے لئے مریدوں کا روحانی پیشوا بننے کی دُعا خود قرآن مجید نے سکھائی ہے۔ تو مرید کے لئے مرشد ڈھونڈھنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں موجود ہے۔ قرآن مجید کی پانچویں سورہ المائدہ کی آیت ۳۵ یہ ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ "اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اللہ تک پہنچنے کے لئے کوئی وسیلہ اختیار کرو۔ اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور جہاد کرو۔ تاکہ تم سعادت حاصل کر سکو۔"

اب ذرا اس آیت پر غور کیجئے کہ مخاطب وہی لوگ ہیں جو ایمان لا چکے ہیں۔ لہذا وسیلہ اختیار کرنے سے مُراد ایمان لانا تو ہو نہیں سکتا۔ اللہ سے ڈر کا علیحدہ حکم اسی آیت میں ہے۔ لہذا مجرد حکم خوفِ الٰہی بھی وسیلہ نہیں۔ مجاہدہ کا جدا حکم بھی اسی آیت میں موجود ہے۔ لہذا فقط اعمال صالح بھی وسیلہ نہیں ہو سکتے پھر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے؟ وسیلہ رسولؐ، رسول کی نسبت مہیا کرنے والا

سلسلۂ ہدایت اور اس سلسلۂ طریقت کے صاحبِ سجادہ مرشد ہی کا وسیلہ ہے یہ توسّل اولیاء اللہ کا وسیلہ ہے۔

ممالک عرب میں مرشد کے منصب کے لئے "نقیب" کی اصطلاح صوفیاء کے سلاسل میں رائج ہے۔ اس کی سند قرآن مجید کی پانچویں سورہ المائدہ کی آیت ۱۲ میں ہے کہ:-

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ

ترجمہ:- "جب اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد بیعت لیا۔ تو ان میں بارہ رہنما مقرر کر دئے۔ اور پھر بنی اسرائیل کو بشارت دی۔ کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے"۔

گویا رسالت کے علاوہ اولیاء اللہ کا قومی رہنما اور ہادی منجانب اللہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

خود "مرشد" کی اصطلاح بھی نہ فقط مفہوم کے اعتبار سے، بلکہ لغوی مصدر کے رُو سے قرآن مجید سے ہی ماخوذ ہے۔ قرآن مجید کی اٹھارہویں سورہ کہف کی آیات ۶۵-۶۶ یہ ہیں کہ:-

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

ترجمہ:- "پھر موسیٰؑ نے اللہ کے بندوں میں سے ایک اللہ کے بندے کو پایا۔ اس شخص کو اللہ کی رحمت کا مقام حاصل تھا۔ اور اللہ نے اسے علم لدنی بھی عطا کیا تھا۔ موسےٰ نے اس سے کہا مجھے اپنے اتباع کی اجازت دیجئے۔ تاکہ آپ کو جو رشد و ہدایت حاصل ہے۔ وہ مجھے بھی سکھا دیجئے"۔

میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصبِ

نبوّت عطا ہونے سے قبل کے زمانہ کا ہے۔ ورنہ نبی کے لئے کسی ایسے شخص سے، جس کی نبوّت کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں۔ اتّباع کی اجازت اور رشد و رہنمائی طلب کرنا، نبی کے منصب سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بہرحال اس آیت سے ثابت ہے کہ عام مسلمانوں بلکہ خواص پر بھی فضیلت رکھنے والے بعض اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں۔ ولی اللہ کو خدا کی خاص رحمت اور علم لدنّی حاصل ہوتا ہے یہ رحمت اور یہ علم ایک ایسی نعمت ہے۔ وہ ولی اللہ کا اتباع کرنے اور ولیّ اللہ کی تربیّت سے۔ حسب استعداد مرید کی روحانیّت کو بلند کر سکتی ہے یہی "مرشد کی ضرورت" کا قرآنی ثبوت ہے۔

تاریخی ثبوت

علمائے اسلام کی تحقیق یہ ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کی ذات جامع صفات میں سیاسی قیادت، عملی ذہانت اور روحانی امامت، بیک وقت ایک شخصیّت کے اندر اکٹھی ہو گئی تھیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں ہر خلیفہ کسی خاص خوبی کا خصوصی مظہر تھا۔ پھر تابعین کے زمانہ میں مختلف صفات الگ الگ طبقات سے مختص ہو گئیں۔ حتیٰ کہ آج کل امّت محمدیہ کی سیاسی روایات سلاطین و قائدین کے حصّہ میں آئی ہیں۔ علم و خبر علمائے دین کا حصّہ ورثہ ہے۔ اور روحانی فضیلت و رہنمائی کا منصب اولیاء اللہ و مشائخ کرام کے سپرد ہے۔ گاہے گاہے مختلف کمالات کسی ایک شخصیّت میں اب بھی جمع ہو جاتے ہیں ورنہ اصولاً نیابت رسولؐ کا منصب فی زمانہ "اجماع اُمّت" ہی کو حاصل ہے کوئی ایک شخص، کوئی خاص گروہ۔ مسلمانوں کی کوئی قوم۔ ملک یا سلطنت۔ اپنے آپ کو "حجّتِ شرعی" قرار نہیں دے سکتی۔ یہی اہل سنّت والجماعت کا مذہب ہے انسان کی تربیت میں "انسانِ کامل" کی مثال کا دخل، زندگی کے ہر شعبہ میں ہر رُخ سے ثابت ہے۔ پھر روحانی ترقّی۔ اخروی سعادت اور ابدی فضیلت کا

حصول میں "مرشد کی ضرورت"، کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک بہتر اور مثالی انسان کی پیروی کا مقصد نجاتِ اُخروی۔ فضیلتِ اخلاقی اور شرفِ انسانی ہے۔

"ضرورتِ مرشد"، کی حجتِ شرعی۔ قرآنی آیات سے دلائل اور تاریخی ثبوت واضح کرنے کے بعد اب میں سلسلہ عالیہ قادریہ۔ چشتیہ۔ ابوالعلائیہ۔ جہانگیریہ۔ شکوریہ رح رُدفیہ کی دو مقتدر اور نامور ہستیوں کے ارشادات اور کلام قلمبند کروں گا۔ جن کی تعلیمات اور ضیاء پاشیوں سے ہزاروں قلب منوّر ہوئے۔ اور بھٹکے ہوئے گم کردہ راہ انسان راہ ہدائت پر آئے۔ اور ان ہستیوں کے فیوض و برکات سے مستفید ہو کر دُنیاوی و اُخروی سر بلندی حاصل کر کے مشعلِ راہ بنے۔ اور بن رہے ہیں۔ ان کے غلاموں کا معاشرے میں ایک خاص مقام ہے۔ وہ دین و دُنیا میں عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ارشادات قبلہ وکعبہ الشّاہ حضرت محمّد عبدالشکور رح "تاج الاولیاءؒ"

۱- فقیری

فقیری اسے کہتے ہیں کہ اپنے مولائے جلّ شانہٗ کے سوا کچھ مراد اور مطلب نہ ہو۔ اور مولا کی مُراد کے سوا بندہ کی کوئی مراد نہ رہے

۲- اگر کوئی سر منڈالے۔ تو قلندر نہیں ہو جاتا۔ ہم ہر بات کو اتباعِ سنّتِ نبوّت میں کرتے ہیں۔ جب ولائیت ظلِ نبوّت ہے۔ تو اس کے خلاف کسی بدعت اور جدّت کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۳- فقیری آسان نہیں

اس فقیری کا ہاتھ آنا آسان نہیں۔ خدا کی رحمت شاملِ حال ہو۔ شیخ کامل کی توجہ اور شفقت ہو۔ تب کہیں اس دشوار گذار راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن اپنی کوشش بھی درجرأت بھی کچھ نہ کچھ کام کرتی ہے۔

۴۔ جن کی تعلیم صحیح اور شیخ کامل ہے۔ اور مقامات کو جو سکر میں پورے ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگوں پر ظاہر بھی نہیں ہوتے دیتے۔ اور مثل صحو کے پورا کرا دیتے ہیں۔

۵۔ فقیری یہ ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلے۔

۶۔ فرمایا۔ ہمیں تو فقیر وہی پسند ہے۔ جو اتباع سنّت میں ہو۔

۷۔ صحبّت، نسبت اور قرب کے متعلق فرمایا۔ یہی حال ہمارا ہے۔ یہ کسی کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ یہ کسی کی صحبت کا شرف ہے۔ یہ کسی کے لطف و کرم کا نمونہ ہے۔ یہ کسی کے شفقت و عنایت کا کرشمہ ہے۔ ہم ایک گنہگار آدمی ہیں۔ ایک ناچیز شخص ہیں۔ ہماری ذات میں جو کچھ پایا جاتا ہے۔ لوگ ہمیں جو کچھ سمجھتے ہیں۔ ہم سے مخلوق کی جو کچھ خدمت ہو رہی ہے۔ لوگوں کی وابستگی جو کچھ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ سب "مدّتے با گل نشستم" کا نتیجہ ہے۔ یہ سب "جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد" کا کرشمہ ہے۔ ورنہ ہم آج بھی "دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم" کے مصداق ہے۔ یہ نسبت کا صدقہ ہے۔ یہ عنایت کا تصدّق ہے۔ یہ اُس شاہراہ پر چلنے کا نتیجہ ہے جو قرب ایزدی جل شانہٗ کی طرف جاتی ہے۔ جو مدارج و عروج کی شاہراہ ہے۔

وسیلہ

۸۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کرو۔ اور وہ یقیناً پیر ہے اس رہبر کو پیر طریقت کہتے ہیں۔ اور یہ بغیر نسبت کے نہیں ہو سکتا۔ نسبت کیلئے محبت لازمی ہے۔

۹۔ اپنے پیر و مرشد حضرت سراج السالکین۔ زبدۃ العارفین کی شان میں والا حضور

نے فرمایا کہ" **ہم نے راستے کا سب جھاڑ۔ جھنکاڑ صاف کر دیا ہے چلے آؤ۔ ہمارے پیچھے چلے آؤ"**

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور تاجدارِ مدینہ صلعم کی رحمت فیض اور بزرگانِ دین کا تصرف شاملِ حال نہ ہو۔ اور طلب صادق نہ پیدا ہو جائے۔ ان دشوار گذار راہوں سے گزرنا محال ہے۔ اور تکمیل کا تو ذکر ہی کیا۔ خوش نصیبی سے یہ باتیں اگر حاصل ہو جائیں۔ تو غنیمت تصور کرے۔ اور تکمیل کی کوشش کرے۔ ورنہ دستِ تاسف ملنا پڑتا ہے اور زبانِ حال سے کہنا پڑتا ہے۔

در در بھٹک رہی ہے جسے کھو کے زندگی
اس رہبرِ حیات کو لائیں کہاں سے ہم

۱۱۔ بیعت ضروری اور لازمی ہے۔ فرض۔ واجب۔ سنت اور مستحب ہے

۱۲۔ تصورِ شیخ:۔ تصورِ شیخ بڑی ضروری چیز ہے۔ اس کا نام مراقبہ ہے۔ بجز اس کے نسبت کا قیام محال ہے۔ جو مشکلات کی کلید ہے۔

۱۳۔ محبتِ شیخ اور طلبِ شیخ ضروری ہے۔ اپنے آپ کو کُلّی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں اور آرزوں سے خالی کر کے کمرِ ہمت کو اس کی خدمت میں باندھے۔ اور جو شیخ اُس کو بتائے۔ یا تعلیم کرے۔ اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر بجا لانے کے لئے دل و جان سے کوشش کرے۔

۱۴۔ نسبت:۔ نسبت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے قیام سے تمام منازل طے ہو جاتی ہیں۔ یہی فقیری کا گر اور تصوف کی جان ہے۔ اور اس کو اللہ جل شانہٗ اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی سند حاصل ہے۔ اور وہ اٹل ہے۔ بزرگانِ دین کے اقوال آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین سے

بھی یہی ثابت ہے اور اسی پہ عمل رہا ہے۔ ہماری یہی تحقیق ہے اور ہم کو یہی ثابت ہوا ہے۔ اور ہمارا یہی فیصلہ ہے۔ ہم نے یہ بات جو تم لوگوں کو بتائی ہے کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ قرنِ اولیٰ سے آج تک اس پہ اس قدر عمل ہوا ہے کہ تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ سوائے فرائض معمولہ کے اس سے زائد کسی اور شے پہ عمل نہیں ہوا۔

۱۵۔ محبت اور نسبت

محبت بغیر نسبت کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے رہبرِ کامل صرف شیخ کی ذات ہو سکتی ہے۔ شیخ کی ذات و صفات کو حاصل کرنا اور اپنی ذات و صفات کو فراموش کر دینا یہی فنائیت ہے۔

۱۶۔ قیامِ نسبت

لوگوں نے خدا جانے فقیری کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ سلطان الاولیاء حضرت بی رضا شاہ صاحبؒ سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا:

صرف انتقالِ نسبت کا نام فقیری ہے۔

آثارِ صحابہؓ سے یہی محقق ہے۔ اور ہر گروہ اس کو تسلیم کرتا ہے جو فدائیت محبت اور عشق صحابۂ کبار رضی اللہ اجمعین کو حضرت رسولِ اکرم سرورِ دو عالم۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تھی۔ اور اپنا مال اور اپنی جان و آبرو و عزیز داری اور قبیلہ داری غرض سب کچھ فدا کر دیا تھا اور صرف ایک ذات کے ہو گئے تھے۔ یہ سب برداشت اور تحمل کے ذریعہ صرف قیامِ نسبت ہے اور سب کام اسی سے بنتے ہیں۔ مندرجہ ذیل شعر علامہ اقبالؒ کا اسی موضوع پہ ہے۔ تصور ہی قیامِ نسبت کا ذریعہ ہے۔

ے
به مصطفیٰ برساں خویش را که دیں ہمہ اوست
اگر به او نہ رسیدی - تمام بو لہبی است

۱۷ - **طریقت و شریعت** ہم طریقت کے ہر مسئلہ کو شریعت سے جانچتے ہیں۔ اور اس کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اور اس کو مناسب سمجھتے ہیں - ہمارے حضرت دادا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس کا بہت اہتمام فرمایا ہے۔ آسمانِ طریقت کے درخشندہ آفتاب ہوتے ہوئے شاہراہِ شریعت پہ گامزن رہے۔

اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائیں۔ فرمایا جس کا شیوہ نکتہ چینی ہے۔ خسارہ بھی اسی کو ہے - ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ کیا خوب فرمایا۔ حضرت عبد اللہ انصاری رح نے "الٰہی ! جس کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو تو ہمارا دشمن بنا لیتا ہے"

ترسم آں قوم که بر دُرد کشاں می خندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

یعنی میں اس قوم سے ڈرتا ہوں کہ جو میکشوں پر ہنستی ہے۔ میکشوں کی سرکار میں اپنا ایمان خراب کرتی ہے "

۱۸ - **فنائیتِ شیخ** فنائیتِ شیخ سے ہی فنائیتِ باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔

یہ ہمارا کشف ہے - ہمارا مشاہدہ ہے اور ہماری تحقیق ہے۔ ہم اپنے کشفوں کو دوسروں کے لئے محبت بڑھانے کو اتباعِ سنت میں پیش کرتے ہیں - تاکہ گفتگو کا موقع نہ رہے اور اتمام حجت ہو جائے۔ ورنہ ہم پر مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے چودھویں کے چاند کی طرح نمایاں ہے۔

کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے حضرات سے ہمیں یہی پہنچا ہے۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ لیکن جب سب کچھ ہم پہ گزر رہا ہے۔ ہم کیسے بیان نہ کریں۔ اور کیسے باور نہ کریں۔

۱۹۔ ہم نے تو تمام عمر اِس کی کوشش ضرور کی ہے کہ حضرت آقا و مولا، پیر و مرشد خوش رہیں۔ انہی کی خوشی اور مرضی کو دین و دُنیا کے لئے مفید سمجھا ہے۔ اور ہمارا تو صرف یہی ایک راز ہے۔ جو اپنا واسطہ اور تعلق بزرگوں سے کر لیتے ہیں۔ ان کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ تصرّفاتِ ظاہر و باطن یکساں ہوتے رہتے ہیں۔ بزرگوں کے تصرّفات کی اللہ تعالیٰ لاج رکھتے ہیں۔ سب کچھ اُوپر ہی سے ہوتا ہے۔ ہم تو ایک درمیانی واسطہ ہیں۔ ہم کیا ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن ہاں بزرگوں سے ایک تعلق پیدا کر لیا ہے۔ یہی سب کچھ ہے۔

فرمایا:۔ جب ہمارے پاس کوئی آتا ہے۔ اُسے توبہ کرا دیتے ہیں۔ اور دفتر میں نام لکھ کر حضرات کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس رشتۂ محبّت اور سلسلۂ الفت کو مضبوط اور مستحکم بنا دے اور توبہ پہ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اس کی لاج سب بزرگوں کے تصرّفات پہ ہے۔ ہاں سفارش ضرور کر دیتے ہیں۔

۲۰ - اہلیت دعوت الی الخیر :۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ ۔

ترجمہ:۔ " تم میں سے ایک گروہ کو چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور اچھائی کا حکم دے اور برائیوں سے بچائے "۔

دعوتِ خیر ایک ایسا منصب ہے۔ جس کو منصب نبوّت کہنا چاہیئے۔ پیغمبران علیہم السلام اس منصب کو پورا کرنے کے لئے تشریف لاتے۔ ختمِ نبوّت کے بعد ظلِّ نبوّت نے ان فرائض کی ادائیگی اپنے ذمّہ لی۔ اور ماموریں اللہ اس خدمت کو بجالاتے رہے ہیں۔ اس دعوت کو پُورا کرنے کے لئے ظاہر اور باطن کے احکام سے واقفیّت اور عمل پیرا ہونے کے ذرائع کماحقہٗ معلوم ہوتے چاہئیں۔ جب تک کوئی شخص کسی چیز کی تکمیل نہ کرے۔ دوسروں کو کیسے تعلیم دے سکتا ہے۔ شریعت کے اعمال کو نگاہ میں رکھنا طریقت کے اعمال کو بجالانا بغیر واقفیتِ تامّہ کے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ماموریں کو ہر حیثیّت سے آراستہ و پیراستہ ہونا پڑتا ہے۔ یا کراتے جاتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص باطنی مقامات طے کرکے رشد و ہدایت تک نہیں پہنچے گا۔ خدمات انجام نہیں دے سکتا۔ غیب سے امداد ہونا۔ غیب سے اسباب پیدا ہونا اس کی صداقت ہیں۔ جب ہم اپنے معاملہ پہ غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں اس کی صداقت میں شُبہ نہیں رہتا۔

۲۱۔ مبلغ انسان کو چاہیئے کہ پہلے خود مکمّل بنے۔ اور صلاحیّت پیدا کرے۔ بعد میں دوسرے کی طرف متوجہ ہو۔ جب تک ارشاد و تبلیغ کے مقام تک نہ پہنچے۔ اور اس کی تکمیل نہ کرے۔ دوسروں کو اُس کی دعوت دُینا گمراہی کے مترادف ہے اسلئے کہ ان احوال اور مقامات میں ہزارہا خطرات پوشیدہ ہیں۔ اور ہر منزل پر شکوک و شبہات کا ایک دریا موجیں مار رہا ہے۔ خدا جانے کون کس گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ اور کس مقام کا اظہار کر رہا ہے۔ اُسکے مقام اور حال تک عوام النّاس کی دسترس محال ہے۔ بجائے فائدہ کے نقصان ہوسکتا ہے۔ نزول و عروج کے مسائل پر گفتگو کرنا تکمیل ہی کے بعد جائز اور فائدہ مند ہوسکتا ہے کہ کسی نے علمی حیثیّت سے کسی مسئلہ پر عبور حاصل کرلیا ہو۔ اور عملی حیثیت سے نابلد ہو اور اس شاہراہ کے نشیب و فراز سے واقف نہ ہو۔ بھلا بتلایئے دوسروں کی دستگیری اور رہبری کیسے کرسکتا ہے۔

۲۲۔ **تبلیغ**

ہمارا طریقہ تبلیغ بالکل سیدھا سادھا ہے۔ اور صاف ہے۔ ہم آج تک کسی گروہ، کسی فرقہ یا کسی مذہب کی تکذیب کے درپے نہیں ہوتے۔ ہمارا اصولِ تبلیغ تو اپنے مذہب اور سلسلہ کی صداقت کا اظہار کرنا ہے۔ ہم اسی کو پسند کرتے ہیں۔ دوسرے کی دل شکنی اور دل آزادی نہ ہم کو پسند ہے اور نہ مُفید۔

کما قال اللہ تعالےٰ فی القرآن المجید وَالفرقان الحمید۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط

(پارہ نمبر ۱۴۔ سورہ النحل۔ آیت نمبر ۱۲۵)

ترجمہ:۔ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی باتوں سے بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ نہایت عمدہ طریقہ سے بحث کرو۔

اللہ جلّ شانہٗ نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم لوگوں کو دعوت دینے میں دو باتوں کو مدِ نظر رکھو!

نمبر ۱:۔ جو کچھ لوگوں کو سمجھایا جائے۔ وہ اِس قدر مدلّل اور صاف ہو۔ کہ لوگوں کو شک وشُبہ کی گنجائش نہ رہے۔

نمبر ۲:۔ تمہارا طرزِ کلام نہایت نرم و ملائم اور پسندیدہ ہو۔ کہ جس سے سُننے والے پر شاق نہ گزرے۔ اور وہ بددِل نہ ہو۔

اور اگر درمیان میں بحث و مباحثہ اور سمجھنے سمجھانے کا موقع آجائے۔ اُس کا طریقہ بھی ایسا اختیار کیا جائے۔ کہ جس سے دل گرفتگی بدمزگی نہ پیدا ہو۔ ہار جیت کا خیال دل میں نہ آئے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے احکام اور اوامر و نواہی پہنچا دیئے جائیں تاکہ سُننے والے کو اطمینانِ قلب اور سکُون حاصل ہو جائے۔ ہم نے غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ عزّت و تکریم کو ملحوظ رکھتے ہُوئے۔ ہمیشہ ان فرائض کو انجام دیا ہے۔ اور

مسلمانوں میں جب تک بنیادی اصول اور عقائد میں اختلاف نہ ہو۔ ہم کبھی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے فروعی مسائل کا اختلاف ہمارے نزدیک کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور اس میں سوائے افتراق و انتشار کے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

۲۳۔ ارشاد و تبلیغ

اہلِ سلوک جو سلوک کی راہ طے کر کے قرب اور وصال کے انتہا درجہ کو پہنچ گئے ہیں۔ نزدیکی اور وصال کے میدانوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ درگاہ الٰہی میں پہنچنے کے بعد صفاتِ الٰہی سے متصف ہوتے ہیں دعوت الخلق الی الحق کرتے ہیں۔ اور نزول کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام محمدی، ہدایت اور ارشاد و تبلیغ ہے۔

۲۴۔ عظمتِ تبلیغ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں پارہ نمبر ۶۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۷ میں فرماتا ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ (۶۷)

(ترجمہ:۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اتارا گیا۔ پہنچا دے۔ اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی۔ تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔ اللہ تجھے ان لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔)

خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ تم اپنا فرض ادا کرو۔ جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ لوگوں کو پہنچا دو۔ اس کے نتیجہ میں اگر خدانخواستہ کوئی صعوبت یا تکلیف تم کو پہنچے گی۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔ تمہاری حفاظت کریں گے۔ اور اگر تم نے اس میں کمی کی۔ تو سمجھ لو کہ

تم نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا۔

غور کیا تم نے اس کی عظمت اہمیت اور ضرورت پر گویا بعثتِ رسالت تبلیغ ہی کی غرض ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مبلّغ کی اللہ تعالےٰ ہر لحاظ سے حفاظت کرتا ہے۔ یہی نیابتِ رسولؐ ہے۔

اِس فریضہ کی ادائیگی کے لئے تکمیل اور صلاحیّت بھی اسی قدر ضروری ہے۔ خداوند تعالےٰ جس کو نصیب کریں۔ اور اس مقام پہ فائز کریں۔ زہے خوش نصیبی۔

۲۵۔ اہلیّت تبلیغ — نفسِ انسان کی تکمیل ضروری ہے۔ اس کے بغیر تبلیغ مؤثر نہیں۔

"اشاعت حق"

فرمایا۔ اکثر بزرگ خاموش رہتے ہیں۔ اور نسبتی بھی ہوتے ہیں۔ اُن کی ذات کے لئے یہ بزرگی خاموشی اور نسبت مفید ہے۔ لیکن عوام النّاس کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ ہمارا طریقہ تو اتباع نبوّت میں اشاعت حق اور اعلائے کلمۃ الحق ہے

ہدائیت — اِس سلسلہ سے ارشاد ہوا کہ تبلیغ کے متعلق ہم نے ایک اصول اور معیار تم لوگوں کے لئے پیش کر دیا ہے۔ جانچ تمہارے ذمہ ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے یہ بیان بہت مفید ہے۔ جن کے سپرد یہ ذمہ داری کر دی گئی ہے۔

۲۶۔ "عشق" — حضرت قبلہ عالم نورؔ اللہ مرقدہ نے فرمایا۔ کہ جب مقامِ محمدیؐ پر سالک فائز ہوتا ہے۔ تو تکمیلِ فنائیت ہو چکی ہوتی ہے ——— مومن کہلانے کا مصداق ہو گیا۔ یہ مقام ولائت کا ہے۔ یہ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَی النُّوْرِ میں آگیا۔

(یعنی اللہ تعالےٰ دوست ہوجاتا ہے۔ اُن کا جو اس پر ایمان لاتے۔ اور انہیں ظلمات کی طرف سے نور کی طرف لے آتے ہیں۔)

اُنہیں کی شان میں ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ

ترجمہ:۔ (تحقیق اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں)

اُن کا قلب نور سے معمور ہوگیا ہے۔ جب ظرف کسی چیز سے پُر ہوجاتا ہے تو پھر کوئی شے اس میں سما نہیں سکتی۔ نہ آئندہ کا انہیں خوف باقی رہتا ہے اور نہ گذشتہ کی مایوسی اور غم۔ یہ ہے انقلابِ عظیم۔ دل ہے وہی مگر اعمال کچھ اور ہیں۔ اور بخل وغیرہ کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ آنکھ ہے مگر بدنگاہی اب کہاں۔ زبان ہے مگر بدکلامی اور خرافات کا وجود نہیں۔ ہاتھ ہیں لیکن ظلم کی طرف نہیں چلتے۔ پیر ہیں لیکن چوری کی راہ پر نہیں چلتے۔ غرض ہے سب کچھ مگر کچھ اور ہوگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذات ہی بدل گئی۔ اب ظلمت کا وجود باقی نہیں صفائی و نور ہے۔ کدورت نہیں۔ اب اُس سے احکامِ شریعت اس طرح سرزد ہوتے ہیں۔ کہ اُن کو بجالانے میں اُسے کوئی تکلّف نہیں ہوتا۔ بلکہ ذوق پیدا ہوتا ہے ہر حکمِ شریعت پر اُس کی نگاہ ہے۔ اور افعال خودبخود سرزد ہوتے ہیں۔ کس خوبی سے علّامہ اقبالؒ نے اس کو ادا کیا ہے۔

دل زندہ بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندہ کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور

اس کی نماز معراج المومنین ہے۔ اُس کا دل عرش اللہ تعالےٰ کا بنا ہوا ہے یوم اَلَسْتُ کی تکمیل ہوگئی۔ اور یہ سالک اللہ جلّ شانہٗ کی نشانیوں میں

نشانی ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ظاہر و باطن اُس کا سنور گیا مقصودِ زندگی حاصل ہو گیا۔ یہ خدا کی توفیق اور رحمتِ کاملہ سے بندہ کو عطا کیا جاتا ہے۔

جب ہم غور کرتے ہیں کہ شمعِ نبوت کے پروانے جن کے عہد میں دینِ اسلام پروان چڑھا اور تکمیل ہوئی۔ عمل کے میدان میں وہ ہمہ گیری اختیار کی کہ کسی پیغمبر علیہ السلام کو ایسے ہمراہی نصیب نہ ہوتے۔ فدائیت کا یہ عالم کہ ماں باپ۔ اولاد۔ گھر بار۔ قبیلہ۔ وطن۔ مال و متاع، سب کچھ قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ جانیں قربان کیں۔ جو کچھ اُن کے پاس تھا۔ بغیر سوچے سمجھے اپنا نہ سمجھا۔ سب کا سب قدموں پر نثار کر دیا۔ جاہل سے جاہل عالم سے عالم سب ایک ہی رنگ میں رنگے گئے۔ غلام اور آقا میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔

کما قال اللہ تعالیٰ :۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

ترجمہ:۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے " (البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِک نورِ مجسم اور کتابِ مبین آئی)

اِس نورِ مجسم نے سب کو نور عطا فرمایا۔ اور سب نے اسی سے نور حاصل کیا۔ اور حسب استعداد و قابلیت حاصل کیا۔ اور سب ایک ہی نور میں مستغرق ہو گئے۔ دل و دماغ سب کے ایک ہو گئے۔

اس نورِ مجسم سے جو نور عطا ہوا۔ اُسی کا نام نسبت ہے۔ وہی محبت ہے بغیر کسی محنت و مشقت کے تزکیہ نفس ہوتا گیا۔ بغیر مجاہدہ کے تجلیۂ قلب ہوتا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جن کے قیام کے لئے تنزیلیں آتی رہیں۔ لیکن کما حقہٗ تکمیل نہ ہوئی۔ اب اس نورِ مجسم نے اقصائے عالم میں وہ نور بانٹی فرمائی کہ مکمل فرما دیا۔ اللہ اور بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیا۔ لیکن افسوس کہ حدیثِ ثقلین پر صحیح عمل نہ کیا۔ ایک نے کتاب کو پکڑا۔ دوسرے نے عترت کو۔

خیر الامور اوسطہا کی راہ چھوٹ گئی۔ غلو شروع ہوگیا۔ کدورت بڑھنے لگی۔ تناہر اہل کے دو حصے معلوم ہونے لگے۔ ایک نے ایک چیز یعنی کتاب پر زور دینا شروع کیا۔ دوسرے نے عترت کا پردہ اختیار کیا۔ حالانکہ دونوں کو اختیار کرنا تھا۔ ایک کا اختیار دوسرے کا ترک۔ غرض دونوں سے دور جا پڑے۔ جن چیزوں سے روکا گیا تھا۔ زیر بحث آنے لگیں۔ فہم و فراست کا بازار کھل گیا۔ قیام نسبت کا سلسلہ پوشیدہ ہوگیا۔ علمائے حق اپنی اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ مگر سوائے سعادتمندوں اور خوش نصیبوں کے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ قرآن مجید کے سمجھنے سمجھانے میں پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ تاویلوں نے گھر کر لیا۔ حالانکہ کھلے کھلے احکام موجود ہیں۔ محکم آیات کو نظر انداز کر دیا۔ اور متشابہ آیات کو اپنا لیا۔

۲۷۔ اتباعِ سنّت

حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ہم دُنیا کے رہن سہن اور تدبیر منزل پر گفتگو کر رہے تھے۔ اور ہم نے کہا تھا۔ دُنیا کی زندگی کو اتّباع سنّت میں گذارا جائے۔ تو یہ نفلی عبادت ہے اور بعض اوقات اس سے بہتر ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اقرار توحید۔ تصدیق رسالت۔ اور عبادتِ خدا کے بعد تمام آسمانی کتابیں دُنیا کے سنوارنے کے مضامین سے بھری پڑی ہیں۔ روزِ پیدائش سے لیکر روزِ وفات تک کے احکام موجود ہیں۔ زن و شوہر کے تعلقات، حاکم و محکوم کے واسطے عبادات۔ زنان و اطفال کی پرورش عبادت۔ ہمسایہ کی خبر گیری۔ مظلوم کی دادرسی۔ بیمار کی تیمارداری اس کی مزاج پرسی۔ یتیموں کے مال کی حفاظت اور اُن کی پرورش۔ غریبوں کی اعانت و پرورش عبادت۔ ماں باپ بیواؤں اور بیکسوں کی خدمت عبادت۔ اگر غور سے دیکھو گے تو فرائض خداوندی ادا کر رہے

ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہر مخلوق کی نگہداشت کرتا ہے۔ ربوبیت کرتا ہے۔ ظالموں کے ظلم سے چھڑاتا ہے۔

۲۸۔ اتفاق و اتحاد

ارشاد ہُوا کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق ہمارے لئے گراں بہا شئے ہے۔ اور اس کو معمولی معمولی باتوں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ہم تمہیں ایک سہل قاعدہ اِن مسائل کے متعلق بتلاتے دیتے ہیں۔ اگر تم نے غور سے اس پر توجہ دی۔ تو بہت سے خدشوں اور کاوشوں سے بچ جاؤ گے۔

۱۔ متفق علیہ مسائل جو سب کے نزدیک بالاتفاق جائز یا ناجائز ہیں۔ وہ فرائض اور واجبات تک محدود ہیں۔

۲۔ متنازعہ فیہ مسائل مستحباب میں پیش آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کی تفہیم تفاہم کسی میں اولیت ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرے کے لئے دوسرے میں۔ ہم ناپسند کرتے ہیں کہ ایسے معاملے میں کسی کی تردید کی جائے! اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے۔ جس کے نزدیک جو قابلِ ترجیح ہے۔ وہ عمل کرے۔

۲۹۔ اتحاد المسلمین

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا یکجہت ہو جانا۔ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق بڑی چیز ہے۔ گو نمائشی ہی سہی۔ اللہ تعالےٰ اس میں خلوص پیدا کر دیں گے۔ پھر یہ بڑے کام کی چیز ہو جائے گی۔ ایک نقطۂ نگاہ پر مسلمانوں کا متحد ہونا بڑے کام کی چیز ہے۔

ہم توحید باری تعالےٰ کے لئے حجّت ہیں۔ حجّت اور دلیل کوئی چیز نہیں کہلائی جا سکتی۔ جب تک وہ ذات تمام ان صفات سے متصف نہ ہو۔ جس کے لئے وہ حجّت

ہے۔ مسلمان توحید کی حجت جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی رفتار۔ گفتار۔ اعمال اور کردار سب ہی سے توحید صادر ہو۔ یہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے کہ کتاب کے اندر حکمت کا حامل ہو۔ رموز و حکمت کا صدور ہی توحید کی حجت ہے۔ اور اس مقام کا حصول یوں ہے۔

اتباع کا ذریعہ محبت ہے

کما قال اللہ تعالے ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

ترجمہ:۔ "جیساکہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ جس نے اطاعت کی اللہ کی اور رسول کی۔ پس وہی ہیں۔ وہ لوگ کہ نعمت عطا فرمائی۔ اللہ تعالے نے جن کو اور وہی نبیوں۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین میں سے ہیں۔ وہ بہترین رفیق ہیں۔"

صرف یہ چار گروہ ہیں۔ جن کی رفاقت سند ہے۔ اور اللہ تعالے کی نعمتیں ان کے لئے مخصوص ہیں۔ رفیق ہمراہی کو کہتے ہیں۔ اچھے سے اچھے ہمراہی۔ یہی لوگ ہیں۔ اور انہی کی رفاقت باعث فلاح و بہبود ہے۔ اللہ تعالے کی نعمتوں کا نزول ان کے لئے ایک برگزیدہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ رفاقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ ان کے سے عقائد۔ اعمال۔ کردار۔ اطوار۔ عادات۔ اخلاق اور خصلت وغیرہ پیدا نہ ہوں۔ یہ چیزیں بغیر اتباع کامل۔ پیروی تمام کے ممکن نہیں ہو سکتیں۔

۳۰- نماز

آپ نے فرمایا۔ نماز کی کسقدر تاکید ہے۔ جس تاکید کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے۔ لیکن جانِ صلوٰۃ سورہ فاتحہ ہے۔ کیونکہ نماز بغیر سورہ فاتحہ کے ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی نماز سورہ فاتحہ کے ساتھ مقیّد ہے۔ سورہ فاتحہ کے معانی اور مطالب پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ خداوند تعالےٰ کی حمد و ثناء اور اپنا تعلق اظہار کرنے کے بعد جو استدعا کی جاتی ہے۔ وُہ راہِ مستقیم کی استقامت کی ہدائت اور وہ ہی راہِ مستقیم جس پر گامزن ہو کر نعمت ہائے خداوند تعالےٰ سے مالا مال ہوتے۔ یہی وہ گروہ ہے کہ جن کا ذکر اس سورہ میں کیا گیا ہے:-

" اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم"

یہ نصوص مطلق ہے اور کس قدر بیّن ہے۔ جہاں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

اب بتلایئے کہ اِن آیات پاک کے مصداق ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ۔ حضرت علاؤالدین صاحب کلیریؒ۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ حضرت شاہ عبدالقدّوس گنگوہیؒ۔ شاہ عبدالحق صاحب ردولویؒ۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب مرزا کھیلیؒ۔ وغیرہ وغیرہ کے علاوہ ہم چنیں دوسرے بزرگوں کے وہ کون اور بزرگ ہیں۔ کہ جن پر نعمت ہائے الٰہی کا نزول ہوا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وہ مسلّمہ بزرگ ہیں کہ جن کو ہر گروہ اور ہر فرقہ نے تسلیم کیا ہے اور آج تک بغیر تسلیم کے چارہ نہیں ہے۔ ان کے عقائد۔ ریاضت۔ عبادت۔ اطوار اور اخلاق سب ہی خداوند تعالےٰ کو پسند تھے تو ان کو اولیاء اللہ میں شمار کیا گیا۔ اور صالحین سے متّصف کیا گیا۔ لامحالہ انہیں کی تقلید ضروری ہے۔ یہی وُہ لوگ ہیں جو راہِ مستقیم پر قائم ہیں۔ اسی راہِ مستقیم کی ہم دُعا کرتے ہیں۔

۳- پاک اور ناپاک فقیری:۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا۔ کہ سلسلہ کی کڑیاں عروج و نزول دونوں ہی طرف چلتی ہیں۔ جہاں ہم نے عروج کے بزرگوں کا وسیلہ پکڑا ہوا ہے۔ وہاں نزول کی طرف بھی ہمارا خیال ہے۔ کہ اگر کوئی برگزیدہ بندہ پیدا ہو گیا تو ہماری بخشش کا سبب ہو جائے۔ اور اس کی بزرگی ہمارے لئے باعث فخر ہو جائے۔ دنیاوی دستور بھی یہی ہے۔ ایک معمولی آدمی کا لڑکا پڑھ لکھ کر قابل ہو جائے۔ اور باپ سے زیادہ مرتبہ حاصل کر لے۔ اور باپ کی عزت کا باعث ہو جائے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے مگر باپ پھر بھی باپ ہے

پھر ارشاد فرمایا۔ کہ انسان جس ماحول سے گذرتا ہے۔ اور جو چیز بھی اصلاح طلب اور تحقیق طلب ہوتی ہے۔ انسان انہیں پر غور و فکر کرتا ہے۔ جن جن بزرگوں کو جن جن احوال اور تحقیقات سے سامنا پڑا۔ اس کا زیادہ تذکرہ اُن کے حال میں نظر آتا ہے۔ ہمارا واسطہ زیادہ تر اہل حدیث حضرات سے رہا ہے۔ اور انہیں کے متنازعہ فیہ مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور انہیں مسائل پر غور و فکر ہوتا رہا۔

پھر ارشاد فرمایا۔ کہ ہم پہلی مرتبہ منشی منیر احمد صاحب۔ سب انسپکٹر پولیس نصیر آباد کے ہاں سرکاری مکان میں مقیم ہوتے۔ وہ ہمارے سلسلہ کے آدمی تھے۔ ہمیں ناپسند تھا کہ ہم ایسی جگہ ٹھہریں جہاں عوام النّاس کا گزر آسانی سے نہ ہو مگر مجبور تھے۔ انھوں نے ہمیں بلایا تھا۔ اس زمانہ میں ایک صاحب مولانا مولا بخش صاحب حضرت فخر عالم کے خلیفہ تھے۔ اور فخر عالم صاحب حضرت طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے سلسلے سے تعلّق رکھتے تھے۔ نصیر آباد ہی کے رہنے والے اور وہیں مقیم تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے ہاں محفل قوالی منعقد ہوئی۔ ہماری وجہ سے ہی تو محفل منعقد

سوئی تھی۔ مولانا محمد بخش بھی شریک ہوئے۔ مولانا مولا بخش صاحب ایک شرابی درویش سے حسنِ ظن رکھتے تھے۔ جو ان کے خیال میں صاحبِ تصرّف تھے۔ مولوی صاحب میں بھی انہیں کی وجہ سے آزادی آگئی تھی۔ محفل کے ختم ہونے پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ

"حد سے جو بے حد لکھے واکو نام فقیر"

اتنا کہہ کر کچھ آگے وضاحت فرمانے لگے۔ کہ لوگ شریعت سے آگے نہیں بڑھتے انہیں کیا معلوم کہ فقیری کیا ہے۔ ہم سے آتے ہوئے تھے۔ اور اِن چیزوں سے علیحدہ ہی رہنا پسند کرتے تھے۔ ہمارا جوان عمری کا زمانہ تھا۔ اور وہ ادھیڑ عمر کے آدمی تھے لیکن ہم نے سوچا۔ کہ اگر ہم خاموش رہتے ہیں تو لوگ سمجھیں گے۔ یہ بھی اسی عقیدہ کے آدمی ہیں۔ اور ہمیں شریعت کی توہین گوارا بھی نہ تھی۔ ہم نے خاموش رہنا پسند نہ کیا۔ ہم نے مولوی صاحب اور عوام کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کا مطلب مولوی صاحب نے غلط سمجھا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب صاف ہے۔ حدودِ شریعت کے اندر رہ کر جو شخص غیر محدود تک رسائی حاصل کرے۔ اس کا نام فقیری ہے۔ حدود شریعت توڑنے کے بعد تو سوائے زندیقی اور کفر کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ غرض یہ کہ آدھ پون گھنٹہ تک ہم نے اس پہ روشنی ڈالی۔ مولوی صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ اس طرح مولوی صاحب نے اُس درویش کی جو شراب پیتے تھے۔ بہت تعریف کی۔ اور کہنے لگے۔ کہ جب کسی کو شراب دے دیتے تھے کوئی عرق گلاب محسوس کرتا تھا۔ کوئی شراب۔ غرض مولوی صاحب نے ایسی ہی چند باتیں کیں۔ ہم نے سوچا کہ اگر براہِ راست اس پہ روشنی ڈالی۔ تو مولوی صاحب کو حسنِ ظن ہے۔ دل شکنی ہوگی۔ اور ان کے پیر کے متعلق ہم انکے روبرو مخالفت کرتے ہوئے کچھ بھلے نہ معلوم ہوں گے۔ لیکن ہم پہ تردید کرنا فرض ہوگیا تھا۔ اور

ضروری تھا۔

۳۲- فقیری میں اتباع سنت

مذکورالصدر معاملہ میں آپ نے فرمایا۔ کہ فقیری میں سنت کی تابعداری ضروری شے ہے۔ فقیری پہ روشنی ڈالنی شروع کی۔ اور اس کے ہر پہلو پہ مفصل بحث کی۔ اور مختلف درویشوں کا تذکرہ شروع کر دیا۔ جو فقیری کے رنگ میں پیش کرتے ہیں اور ان سب گروہوں اور فقیری کو رد کیا جو اس کے قائل ہیں اور فرمایا کہ " فقیری وہی کام کی چیز ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول پاک اور شریعت کی سند حاصل ہو"۔ اللہ اور اس کے رسول اکرمؐ کے احکام کے مطابق چلایا جائے۔

اتباع سنت میں جو فقیری کی جاتی ہے۔ اس کو اسلام کی فقیری کہا جاتا ہے۔ اس کے خلاف جو فقیری ہے۔ وہ ایک فعل عبث اور اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ ہم نے پہلے بھی کہا ہے۔ اور اب پھر کہتے ہیں کہ اتباع نبوت میں اور اس کی روشنی میں جو کام بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریمؐ کی مرضی کے مطابق ہے۔ اگر اتباع نبوت چھوٹ گئی۔ اور شریعت کو نظر انداز کر دیا۔ تو کچھ حاصل نہ ہوا اور انسان اس غلط فہمی میں پڑ گیا۔ جس سے نکلنا دشوار ہے۔

فقیری کے گھوڑے کا اچھا اور صحیح شہسوار وہی ہے، جس کے ہاتھ میں شریعت کا کوڑا ہو۔ اور صحیح راستہ اختیار کرے۔ اور یونہی آوارہ گردی سے کیا فائدہ۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا مصداق بننا اسی صورت سے ہوسکتا ہے۔ دوسری کوئی صورت نہیں۔ آزاد فقیروں سے زاہدان خشک ہی بہتر ہیں۔ آخر تکلف سے ہی سہی۔ دین کا کام تو انجام دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی پابندی کراتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو اتباع نبوت اور شریعت کی روشنی میں فقیری کرنا ہے۔ اور یہی صحیح راستہ ہے۔

اس کے خلاف سب غلط ہے۔ ہمارے بزرگوں سے ہمیں یہی پہنچا ہے۔
اتباع نبوت میں ایک نماز ہی کو لو۔ اس کو جامع العبادت کہا گیا ہے۔ سابقہ ادیان کے رکوع و سجود سب موجود ہیں۔ ہر شے جس حیثیت سے خالقِ بے چون و چراں کی متبع کرتی ہے۔ اُس کے احکام کے سامنے سر بسجود رہنا چاہیئے۔ نماز میں سب پہ عمل کیا جاتا ہے۔ پیغمبران علیہم السلام۔ ملائکہ کرام۔ شجر۔ حجر۔ بحر۔ انسان جنات غرض خداوند تعالےٰ کی جملہ پسندیدہ عبادتوں کا مجموعہ نماز ہے۔ اگر کسی کو یہ نصیب نہیں۔ تو یہ خسران المبین نہیں تو اور کیا ہے۔

ہزار دل سے سنے وُہ لفظ۔ لیکن لفظ خالی تھے
تمہاری بات کی شوخی۔ تمہاری ہی زبان تک ہے

جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ مومنین کی معراج۔ ہر درد کی دارو۔ ہر مشکل کی کلید کہا ہو۔ بتاؤ اُس سے بڑھ کر کیا ہے۔ جنہیں نسبت حاصل ہے۔ تصدیق سے بہرہ انداز ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے۔ ویسے تو یہ ایک معمولی چیز نظر آتی ہے۔ پھر فرمایا۔ سنو!
حقوق اللہ طوعاً کرہاً کوئی ادا بھی کرتا ہے۔ اور پورے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن فقیری میں دُنیا کے معاملات اور تدبیر منزل میں پورے اُترنا بہت مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے۔ کہ جس پہ پورا اترنا بہت مشکل ہے اور اس معیار پہ بہت کم لوگ پورے اُترتے ہیں۔ شیطانی وسوسے اس قدر آتے ہیں۔ کہ جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اپنا نقصان دوسرے کا فائدہ گوارا نہیں ہوتا۔ لیکن ہم نے اس بات میں نفس اور شیطان کی کبھی چلنے نہیں دی۔ ابھی حال کا قصہ ہے۔ ہم نے اپنی زمین کا سودا جو لڑکوں کے نام ہے۔ ایک صاحب سے کر لیا۔ ایک لڑکے سے ایک ہزار روپے کی رسید بیعانہ کی لکھوا دی۔ دوسرے دن لوگوں نے

ہمارے لڑکوں سے اور ہم سے کہا۔ کہ آپ نے بہت سستی جائیداد فروخت کر دی ہے ۔ یہ جائیداد بہت قیمت میں جا سکتی ہے۔ اور ابھی قانونی تشکل باقی ہے۔ بیعانہ واپس ہو سکتا ہے۔ تینوں صاحبزادوں کی طرف سے ایک صاحبزادہ فروخت نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم نے کہا۔ ہم ایسا قانون نہیں مانتے۔ جو بے ایمانی اور مکاری سکھائے۔ تب معاملہ طے ہو گیا۔ ہم بات سے نہ ہٹیں گے۔ ابھی بیعانہ نہ ہوا۔ تو ہمارے لڑکوں سے لوگوں نے کہا کہ خود کاشت تمہارا حق ہے ۔ زمین کا بیعنامہ کر دو۔ لیکن خود کاشت کا استعفےانہ دو ۔ خریدار سے ہمارے لڑکے کی بالمواجہ گفتگو بھی ہوئی۔ لیکن ہم نے لڑکوں سے کہہ دیا۔ کہ ہم ایسی باتیں سننے اور کرنے کو تیار نہیں۔ جو چیز دے دی۔ دے دی ۔ اب درمیان میں اینچ پینچ کی کیا بات ۔ ہماری کاشت کا کٹا ہوا تمباکو وہیں رکھا ہوا تھا۔ اور اچھی خاصی مقدار میں تھا۔ حالانکہ ہم سے سودا صرف زمین اور باردانہ کا ہوا تھا۔ لیکن ہم نے تمباکو بھی لینا پسند نہ کیا۔ اور اسی کو دے دیا۔ اسی ایک معاملہ میں ہم نے اپنی ذات کے تین نقصان برداشت کئے۔ کمیٔ قیمت حق دخل کاری ۔ اور تمباکو دینا ۔ مگر اپنے وعدے کو پورا کیا۔ ظاہراً یہ ہمارا نقصان معلوم ہوتا ہے۔ مگر واللہ ۔ باللہ! ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ہمیشہ ایسے معاملات کی صفائی میں نفع رہا ہے۔ لوگوں کو حسن ظن ہوا۔ جس سے یہ سلسلہ عالیہ کو فائدہ ہوا۔ ہمارے دل کو طمانیت ہوئی۔ اللہ اور رسول اکرمؐ کی مرضی حاصل کی گئی ۔ لوگ تھوڑے ظاہری نفع کی خاطر بڑا نفع چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ نہیں سوچتے ۔

---

۲۳ ۔ مسئلہ توحید :۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آج دن بھر مسئلہ توحید کی آمد رہی ہے۔

اور ہم اپنے معاملہ کو غور و فکر سے مناسب بناتے رہے ہیں۔ اس کا سبب ہمارا ایک واقعہ ہے۔ جو الہ آباد میں پیش آیا تھا۔

اشرف علی صاحب ہمارے پڑوسی تھے۔ وہ نہایت دلیر۔ متین اور مدبر آدمی تھے۔ ان کے ہمراہ مولانا عبداللہ شاہ صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے سلام و مصافحہ کے بعد بیٹھ گئے۔ سردی کا موسم تھا۔ چائے پی۔ مولانا صاحب تصوّف کے مسائل اِدھر اُدھر کے فرماتے رہے۔ ہم سنتے رہے۔ ۱۱ بجے کے قریب نشست برخاست ہوئی۔

دوسرے دن مولانا معہ حوارّین کے پھر تشریف فرما ہوئے۔ اور مسائل تصوّف فرماتے رہے۔ مولانا سمجھے کہ اچھا شکار ہے۔ اور اپنی گفتگو سے باور کرتے رہے کہ ہم اسطرح رجوع ہو رہے ہیں۔ وہاں عبدالجلیل نامی نوجوان جو مولانا عبدالرحمٰن شاہ صاحب کے لڑکے تھے۔ یہ کچھ صاحب فہم و فراست تو نہ تھے لیکن تھے شاہ صاحب کے لڑکے۔ خیال کیا کہ یہی شاہ صاحب کیوں شکار کریں۔ کسی دوسرے کا بھی حصّہ ہونا چاہیئے۔ ایک روز جب محفل برخاست ہوئی تو عبدالجلیل نے ہم سے کہا کہ آپ کی ملاقات ایک اور شاہ صاحب سے کرواؤنگا۔ ہم نے کہا بہت اچھا۔ یہ مولانا نظیر الحسن تھے۔ جو ہمارے حضرات کو جانتے بھی تھے۔ اس لئے تعارف کے بعد بہت اچھی طرح بغلگیر ہو کر ملے۔

شام کو حسب دستور مولوی عبداللہ شاہ صاحب معہ اپنے حوارّین کے تشریف لے آئے۔ اور شاہ نظیر الحسن صاحب بھی تشریف لے آئے۔ محفل گرم ہوئی۔ مولوی عبداللہ صاحب عادت کے موافق پھر تقریر فرمانے لگے۔ ہم خاموش رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب "اَلعِلمُ حِجَابُ الاَکبَر" فرما کر اس کی وضاحت الٹی سیدھی کرنے لگے۔ یعنی خداوند تعالےٰ اور بندہ کے درمیان

معرفت باری تعالیٰ میں علم ہی سب سے بڑا پردہ ہے۔ جو مانع معرفت ہے۔ مولوی نظیر الحسن صاحب نے کہا۔ کہ آپ یہ غلط فرما رہے ہیں۔ بلکہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے مانع معرفت کے سب سے بڑے پردہ کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ جہل سے معرفت باری تعالےٰ نہیں حاصل ہو سکتی۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کیوں نہیں بولتے۔

آج تک ہم خاموش تھے۔ لیکن آج ہمارے بولنے کا موقع آ گیا۔ یہ اسباب پردۂ غیب سے اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے مہیا کر دے۔ ہم اس کو تائید غیبی سمجھتے ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے یہ شعر پڑھا۔

؎ آنانکہ وصف حسن تو تقریر می کنند
خواب نہ دیدہ را ہمہ تعبیر می کنند

معرفت باری تعالیٰ میں گفتگو کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔

ایک وُہ ہیں جنہوں نے منزلوں اور مقاموں کو طے کیا ہے۔ اور غالب الحال رہے ہیں۔

دوسرے وُہ ہیں جنہوں نے ان مقاموں کو مغلوب الحال ہو کر طے کیا ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں۔ جو اس شاہراہ سے واقف نہیں ہیں۔ سنی سنائی بات کرتے ہیں۔

آخری لوگوں کے متعلق شعر مندرجہ بالا میں بتایا گیا ہے۔ کہ تیرے حُسن کی تعریف میں وہ لوگ گفتگو کر رہے ہیں۔ کہ جنہوں نے خواب بھی نہیں دیکھا۔ اور اس کی تعبیر کر رہے ہیں۔ اوّل خواب تو خود غیر یقینی چیز ہے۔ اور پھر وُہ بھی دیکھا نہ ہو۔ اور اس کی تعبیر جہل اور علی الجہل کے مترادف ہے۔

حضرات! سنئے ذکر اور فکر دو چیزیں ہیں۔ کہ سالکِ راہ کو توشہ کی حیثیت

سے اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ بغیر علم کے معرفت باری تعالیٰ محال ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے۔ یہ وُہ چیزیں ہیں۔ جنہیں اللہ جل شانُہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سند حاصل ہے۔ اتباعِ نبوّت میں اسی شاہراہ پر چلنا پڑتا ہے۔ حضرات اصحاب کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جتنے اولیاء اور بزرگ ہوئے ہیں۔ سب کا یہی عمل رہا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۔

نماز فواحش اور منکرات سے بچاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے۔ ذکر سے مُراد ماسواء کی یاد کو ترک کر کے صرف اللہ کی یاد کرو۔

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی ذکروں میں سب سے افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ اب غور فرمائیے۔ اس کلمہ شریف کو کلمہ توحید کہتے ہیں۔ معلُوم ہوا۔ توحید ہی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ کسی اور چیز پر دلیل لانے کے لئے دو ہی پہلو اختیار کرتے پڑتے ہیں سلبی یا ایجابی۔ یعنی یا تو نفی کر کے اثبات کرتے ہیں۔ یا اثبات کا پہلو اختیار کر کے نفی کرتے ہیں۔ ممکن الوجود کے لئے ایجابی شکل اختیار کی جائے گی۔ اور واجب الوجود کے لئے سلبی۔ ایک کو عرف عام میں تنزیہ دوسرے کو تشبیہ کہیں گے۔ قرآن پاک میں اس کے علاوہ بھی اکثر کلام نفی سے اثبات میں کیا جاتا ہے۔

سالک راہ جب اس راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے غیر معبودوں کی نفی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات۔ سوچو۔ انسان کا سب سے بڑا معبود انسان کے نزدیک خود اپنا نفس ہے۔ جب تک اس کی نفی نہ کرے۔ دوسر معبودوں کی نفی ممکن نہیں ہے۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ۔

(کیا تو نے دیکھا نہیں اس شخص کو اختیار کیا۔ جس نے معبود اپنی خواہشات کو)
بنا لیا ہے۔ یہی ایک بات ہے۔ جس کے لئے تمام تگ و دو کرنی پڑتی
ہے۔ کہ یہ حالت طاری ہو جائے۔ کیسے ممکن ہے؟ کہ حالت بغیر کوشش
اور مجاہدے کے پوری ہو۔ کوشش اور مجاہدہ سب اسی کے لئے اختیار کئے جاتے
ہیں۔ زبان، دل ودماغ، سانس سب کے ذریعہ اسی کی نفی کی جاتی ہے۔ زبان۔ دل
سانس سے ذکر کیا جاتا ہے۔ دماغ سے سوچا جاتا ہے۔ اس طرف توجہ کی جاتی ہے
یہی مراقبہ ہے۔ اسی کو تصوّر کہتے ہیں۔ خواہ الفاظ ہوں۔ یہ شاہراہ مفروضہ شاہراہ
ہے۔ نفی پوری نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس کا اثبات نہ ہو۔ جب ماسوا کی نفی کی
جاتی ہے۔ اور اس میں ترقی پیدا ہوتی ہے تو سکر پیدا ہوتا ہے۔

توحید

حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی تیس سال کا عرصہ ہوگا۔ کہ ہم لکھنؤ میں مقیم تھے
اور ہمارا جوانی کا عالم تھا۔ ہمارا کوئی بال سفید نہ ہوا تھا۔ ایک صاحب جن کا نام غالباً
عبدالکریم تھا۔ راولپنڈی سے تشریف لائے۔ اور ایک مرید خانساماں کے ہاں مقیم
تھے۔ ہمارے پیر بھائی مولوی عبدالستار صاحب ان کا شہرہ سن کر ان کی ملاقات
کو گئے۔ جب واپس آئے۔ تو بہت تعریف کرنے لگے۔ کہ وہ بڑے صاحب
حال ہیں۔ اور ہر وقت جذبی حالت میں رہتے ہیں۔ انھوں نے بہت تعریف کی۔ اور
منشا تھا کہ ہم بھی ملاقات کریں۔ ہم نے ان سے دریافت کیا۔ کیا وہ حرام وحلال
میں بھی تمیز نہیں کرتے؟

جواب ملا — ہاں — نہیں کرتے —

ہم نے کہا یہ تو زندیقیت ہے۔ ہمیں ان سے کیا فائدہ۔ ہمارے نزدیک

تو یہ توحید ہی زندیقی ہے۔

حضرت قبلۂ عالم نور اللہ مرقدہٗ نے مکرر ایک اور موقع پہ ارشاد فرمایا۔

توحید بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ہم نے توحید پہ معتزلہ ماتریدیہ اشاعرہ۔ علماء کے عقائد دیکھے ہیں، اولیاء اللہ اور بزرگانِ عظام کے کلام سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی فصوص الحکم اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات بھی دیکھے ہیں۔ اس راہگزر سے خود بھی گزرنا پڑا ہے۔ ہماری عادت ہے کہ کسی کی تکذیب نہیں کرتے۔ ہم تو اپنی واردات اور کشوف کو اللہ رب العزت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سند سے جانچتے ہیں۔ اگر مطابقت ہو جاتی ہے۔ تو یہی ہماری تحقیق ہوتی ہے۔ اور ہم اس کو اپنی تحقیقات سے منسوب کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ یہ نازک مقام ہے۔ عوام تو عوام۔ خواص تک متشکک ہو جاتے ہیں۔ اور تذبذب میں پڑ جاتے ہیں۔ علمی اعتبار سے علماء اور فلاسفر دونوں ہی توحید کو ثابت کرتے ہیں۔ اپنا زورِ قلم دکھاتے ہیں۔ مختلف اقسام کے دلائل و براہین پیش کرتے ہیں۔ علماءِ ظاہر قرآن شریف اور احادیثِ نبوی علیہ التحیہ والتسلیم سے ظاہری معنی پہ استدلال لاتے ہیں۔ فلاسفر عقلی اور علمی اعتبار سے براہین پیش کرتے ہیں۔ اور بحث کرتے ہیں۔ لیکن اربابِ حال اس راہ کو درجہ بدرجہ مجاہدات اور کشفی حالات سے طے کرتے ہیں۔ پس اس کے بیان میں احوال اور مقامات کا فرق بیّن ہو جاتا ہے جس سے سب کی تحقیقات کا ہم آہنگ ہونا دشوار اور مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال عملی دنیا کا ہے۔

انسانی عقل معرفتِ باری میں بیکار ہے۔ عقل کے تمام ادراکات جو اس کے مدرکات پہ مبنی ہیں۔ اس میں تحلیل یا ترکیب۔ تعین یا تصور پہ عمل کرتی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے۔ لہٰذا فہم و فراست سے باہر ہے۔ بزرگوں اور صاحب

حال لوگوں کے نزدیک یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔

عقل جزوی کے تواند گشت بر قرآں محیط
عنکبوت کے تواند کرد سیمرغے شکار

(یعنی عقل معرفت قرآنی کا احاطہ نہیں کر سکتی، ایک لکڑی سیمرغ کو کیسے شکار کر سکتی ہے) غرض جزئیات کو جمع کر کے ایک شکل بناتے ہیں۔ جس پر کلی کا اطلاق کرتے ہیں۔ تزکیہ نفس اور مجاہدے سے روح کو ادراکِ غیبی حاصل ہوتا ہے عرفان اسی کا نام ہے۔ یہ ذریعہ اربابِ حال کے نزدیک ہے۔ علم باطن سمجھو یا کشف سی کی واردات سے استدلال کرتے ہیں، یہ تعلیم و تعلّم سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ تجرید و فنائیت سے حاصل ہوتا ہے۔

ہر کسے را اندازہ روشن دلے۔ غیب را بیند بقدر صیقلے

علماء ظاہر تو شعر

آں نا کہ وصف حسن تو تقریر می کنند خواب نہ دیدہ را ہمہ تعبیر می کنند	کے مصداق ہیں۔

کیا خوب طرزِ ادا ہے۔ خواب تو خود ایک وہمی چیز ہے۔ پھر خواب دیکھا بھی نہیں۔ اس کی تعبیر بیان کر رہے ہیں۔ تعبیر خود بھی یقینی چیز نہیں ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو تیرے جمال کی تعریف کر رہے ہیں۔

توحید وجودی فرمایا۔ توحیدِ وجود سالکِ راہ کے لئے ایک ترقی کا زینہ ہے اور جذبہ کا ابھارنے والا تخیّل ہے۔ عدم سے منصّہ شہود پر جلوہ گر ہونا اور ارتقائی منزلیں طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ جب سالکِ راہ اس منزل میں ہوتا ہے۔ سکر و صحو دونوں حالتوں میں اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مقام سے کسی نے انکار

نہیں کیا۔ یہ مقام بھی جسے خدا نصیب کرے۔ اس قدر بلند اور اعلیٰ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ امام ربانی قدس سرہ العزیز کو اس مقام پر ٹھہرنے کی تمنا کرنی پڑی۔ جو اس راہ سے گذرے ہیں۔ واقف ہیں۔ اس مقام کے اظہار حال کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ وہی فلسفیانہ تحریر۔ اشارے اور کنائے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس سے آگے بھی منزلیں ہیں۔ جو طے کرنی پڑتی ہیں۔ اسے نزول کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک وہ بھی عروج ہے۔ اس راہ میں قیام مشکل ہے۔ ایک مسلمہ اصول خداوند تعالیٰ کا سکھایا ہوا سب سے افضل و اعلیٰ ہے ________ مبتدی اور منتہی سبھی اس پہ مکلف ہیں کہ وہ یؤمنون بالغیب سے شروع کریں اور اسی پر ختم کریں۔ یہ ایک دلیل قطعی ہے۔ ایمان بالغیب شروع میں ایک واہمہ کا عقیدہ ہے لیکن جب اس کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے کہ دنیا بھر کے دلائل اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ کیا خوب فرمایا علامہ اقبالؒ مرحوم نے

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

شہود اول

سُکر ۔ بیخودی۔ مدہوشی ایک ہی چیز کا نام ہے۔ جب سُکر کی ترقی ہوتی ہے۔ اور یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ تو انسان شعور خودی میں مبتلا ہوتا ہے۔

شاہد اول بنور خویشتن
خویش را دیدن بنور خویشتن

غرض انسانی روح انسانی قلب کا تصفیہ و تجلیہ ہو جاتا ہے۔ تو انسان اپنی حقیقت کا آشنا ہونے لگتا ہے۔ یعنی کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ کا مصداق بن جاتا ہے۔

شہود ثانی

اس کے آگے جب ترقی ہوتی ہے۔ تو بصیرت اسقدر ترقی کر جاتی ہے۔ اپنے
... وہ عالم پر نگاہ ڈالتا ہے۔ یہ شہود ثانی ہے۔

شاہد ثانی شعور دیگرے
خویش را بینی۔ بنور دیگرے

شہود ثالث

جو کچھ انسان اپنی ذات میں ملاحظہ کرتا ہے۔ وہی سب کچھ عالم میں دیکھتا ہے عالم
سے گذر کر شعور جب ترقی کرتا ہے تو اس کو شعور ذات حق ہوتا ہے۔ اور اس
شعور سے اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔

شاہد ثالث ظہور ذاتِ حق
خویش راہ دیدن بنورِ ذاتِ حق

یہ مراتب اور درجات توحید کے جس میں انسان اپنی ذات کو منکشف کرتا ہے
شعورِ تمام و کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ انہیں منازل و مقامات کو وحدت الوجود اور شاہد
وجود سے تعبیر کرتے ہیں۔ مغلوب الحال اپنی ذات کو بھی فراموش کر دیتے ہیں۔
... ذات موجود رہتی ہے۔ اور احساس رہتا ہے۔ اگر احساس نہ ہو تو سب سے پہلے
... ذات گم ہو جاتی ہے۔ پھر کسی کا بھی احساس نہیں رہتا۔ یہ ناممکن ہے کہ دوسرے
کو احساس رہے اور اپنا گم ہو جائے۔ عقل اور نقل کے خلاف ہے۔ غالب الحال سکر
و محو کی حالت سے طے کرتے ہیں۔ اور ہر چیز کو نگاہ رکھتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ

بر مقام خود رسیدن زندگیست
ذات را بے پردہ دیدن زندگیست

جب اس مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا مصداق بن جاتا ہے۔

اشرف علی تقریر سن کر محو اور بے تاب ہوتے جاتے تھے اور نظیر الحسن سبحان اللہ اور صلی اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے۔ مولوی عبد اللہ شاہ صاحب دم بخود تھے۔ نیز دوسرے لوگ بھی محو اور بے خود تھے۔ ہم نے کہا ابھی سنئے ان ترقیاتی مدارج کی ایک مثال مادی دنیا کی اور سنیئے۔

ریٹھہ جس سے دھوبی کپڑے دھوتا ہے۔ ایک کثیف اور غلیظ مادّہ ہے اس کو جمع کر لیجئے۔ اس پہ کسی روشنی کے آر پار ہونے کا امکان نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ سورج کی روشنی بھی اس سے نہیں گذر سکے گی۔

اب اس ریٹھہ کو بھٹی پہ چڑھائیے اور پکائیے۔ تو کثیف مادّہ ضائع ہو کر لطیف مادّہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں روشنی کچھ گذر سکتی ہے۔ لیکن روشنی کے گذرنے کی کیفیت ایک سایہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یا جسے عکس کہتے ہیں اس کے بعد اس کو اور صاف کیجئے۔ کہ کثافت کا نام و نشان نہ رہے۔ اس کو بلور کہتے ہیں۔ اس میں روشنی اسطرح گذر جاتی ہے کہ سایہ باطل تک نمودار نہیں ہوتا یہی حالت حضرت انسان کی ہوتی ہے۔ مدارج سے ترقی پذیر ہو یا ارتقائی شکل اختیار کرے۔ ہر چیز علی حالبہ باقی ہے۔ فرق مراتب کی کارفرمائی ملاحظہ فرمایئے۔ اس کا کس کو شبہ ہے اور کون اعتراض کر سکتا ہے۔ ہمارے حضور اکرمؐ کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ اور وہ شک و شبہ مٹ گیا ہو گا کہ جسم ہوتے ہوئے سایہ نہ ہو۔ چونکہ انسان کی سعی اور مجاہدہ تہ ہمت خداوندی اور

معرفتِ خداوندی حاصل کرنا ہے۔ اور اسی لئے کوشش کر رہا ہے۔ تکالیف اٹھا
رہا ہے۔ ذکر و فکر میں مبتلا ہے۔ جتنا اُس کی حالت میں تغیّر ہو جاتا ہے۔ اُتنا ہی
ذاتِ ذات اور حالات کا کشف ہوتا جاتا ہے۔ ابتدا کی کچھ اور حالت اور کیفیت
ہے۔ انتہا کی کچھ اور۔

اب سالک راہ کو سوائے محبوبِ حقیقی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یا یوں کہئیے۔ وجودِ
خارجی کا پردہ ہٹ گیا۔ اور جملہ حجابات دُور ہو گئیے۔ یہ سب مانعات جاتے رہے۔
عبد اور معبود کے درمیان جو پردہ حائل تھا۔ دُور ہو گیا۔

ہر کس زاندازہ روشن دلے
غیب را بیند بقدر صیقلے

یعنی ہر شخص جس قدر نفس کا تزکیہ کرے گا۔ اُسی قدر عالم غیب کا ادراک
ہو گا۔ چونکہ انسانی مدارج کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے ہر شخص جُدا ادراک کرتا ہے۔
ب سمجھ میں آیا۔ آپ کے ظاہر علم ادراک باری تعالےٰ میں پردہ ہے۔ اور عملی کیفیات
ہی اس پردہ کو اٹھاتی ہیں۔

ساقی بہ ہمہ بادہ یک جام دھد اما
درمجلس او مستی ہر یک زشراب است

یعنی ساقی سب کو ایک ہی خُم سے شراب دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ پیتے ہیں ان
کو الگ الگ نشہ ہوتا ہے۔ یہ مقام ہے کہ سالکانِ راہ جب اِس مقام پہ پہنچتے
ہیں۔ ہر شخص نئے نئے رنگ سے اور مختلف حالات سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

عالم اثر است ذات یکتائی را
درمجلس او مستی ہر یک زشراب است

(سارا جہاں اس ذات یکتائی کی نشانی ہے۔ ورنہ دن ہو اور آفتاب نہ ہو۔

کس نے دیکھا۔)

ما پرتوِ نُور سے بادشاہ ازلی ایم
فرزند نہ ایم آدم و حوّا را

(ہم نُورِ ازل کے پرتو ہیں۔ ہم آدم و حوّا کے فرزند نہیں ہیں)

چشم آں باشد کہ نہ فلک را بیند
چشم کہ بنور مہر بیند کوراست

آنکھ وُہ ہے جو خود دیکھتی ہے۔ جو آنکھ آفتاب کی روشنی کی محتاج ہے۔

اندھی ہے۔

خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

آب در بحر بیکراں آب است
وزکنی در سبوح ہمہ آب است
نیست توحید مردم بے زرد
حصہ نوع وجود در یک فرد
نیک غیر قدر عز و جلال
نیست توحید نزد اہلِ کمال
وحدت خاصہ شہود ایں است
معنی وحدت وجود ایں است
حق جاں جہاں است و جہاں جملہ بدن
ارواح و ملائکہ حواس ایں تن
افلاک و عناصر و موالید اعضاء
توحید ہمیں است دگر باہمہ فن

ہر چیز کہ آں نشاں ہستی دارد
یا پرتوے روئے دوست یا اوست
یقیں گفتی کہ نہانم زد عالم
پیدا شدہ در گانِ لگاں چیست

ترجمہ:۔ تو کہتا ہے کہ میں سب سے پوشیدہ ہوں۔ تو یہ کون ہے۔ جو ہر چیز میں نمایاں ہے۔

یہ ہیں چند نمونے بزرگانِ برگزیدہ اور صاحبانِ واقفِ حال کے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ ہر ایک ان میں سے ایک علیحدہ طرزِ بیان اختیار کرتے ہیں۔ مقام بہت نازک ہے۔ اور بیان بہت دقیق۔ الفاظ نہیں ملتے۔ جو بتلایا جائے۔ یہ کیفیات اور واردات کا نمونہ جہاں تک بیان کیا جاسکتا ہے انسانی پہنچ جہاں تک ہے۔ اس کا اظہار کیا گیا۔ یہی واردات وحدتِ عالم پہ دال ہیں۔ یا احدیت باری تعالے پہ تصفیہ طلب ہیں ان رموز و اسرار کو نہ کھولنا۔ کھول لینے سے بہتر ہے۔ برسبیل واقعہ ہم نے بیان کر دیا۔ یہ صحبت ایک بجے شب ختم ہوئی۔ شکار ہاتھ سے نکل جانے کی مولوی عبداللہ شاہ صاحب کو بہت مایوسی ہوئی۔ اشرف علی نے کہا۔ کہ حضرت آپ تو چھپے ہوئے نکلے۔ واللہ میں یا سمجھتا تھا اور آپ کیا نکلے۔ مجھ سے بہت کوتاہی ہوئی۔ اسی روز سے ہمارے سلسلہ کی اشاعت شروع ہوگئی۔ یہ ہے تائیدِ غیبی۔ اور مسبب الاسباب کا اسباب جمع کرنا۔ وَمَا توفیقی اِلاَّ باللہ۔ خدا تعالے جسے توفیق عطا فرمائیں۔

۳۲۔ محکمات و متشبہات

اب سنو۔ محکمات محکم کی جمع ہے۔ محکم وہ ہے۔ جس میں لفظ اور معانی کے جناب سے کوئی شبہ وارد نہ ہو۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ حکمت کے اصل معنی ہیں

مَنعت یعنی روک دیا۔ پس فساد اور خلل کو روک دینے پر اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔
جس طرح حاکم کو حاکم اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو ظُلم سے روک دیتا ہے۔
روح المعانی میں ہے "الصحت المعانی ظاہرۃ الدلیۃ" جن کے معنی واضح ہوں
اور ظاہر پر موقوف ہوں۔ اُمّ اماں کو کہتے ہیں۔ اس لئے اُمّ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے
جو کسی چیز کے وجود یا اس کی اصلاح کے لئے بطور اصل کے ہو۔
متشبہات۔ متشابہ اور شُبہہ سے ہے۔ کسی چیز کا شبہ وہ ہے۔ جو بلحاظ کیفیت
اس کی نقل ہو۔ قرآن شریف میں متشابہ اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کی تفسیر بوجہ غیر کے
ساتھ مشابہت کی شکل ہو۔ خواہ مشابہت لفظ کی ہو یا معنی کی حیثیت سے۔
امام راغبؒ نے محکمات اور متشابہات کی طویل اور جامع بحث کی ہے۔ وہ کُل آیات کی تین طرح
پر تقسیم کرتے ہیں "محکم مطلق" "متشابہ مطلق" "ایک وجہ سے محکم اور ایک وجہ سے متشابہ"۔ پھر متشابہ
تین قسم پر ہے (۱) لفظ کی حیثیت سے (۲) معنی کی حیثیت سے (۳) لفظ اور معنی دونوں کی حیثیت سے
پھر لفظ کی حیثیت جو متشابہ ہے۔ وہ دو قسم ہے۔ ایک الفاظ مفردہ۔ دوسرے
کلام مرکب میں۔ الفاظِ مفردہ میں متشابہ بوجہ غرائب لفظ کے ہوتا ہے۔ جیسے اب
یا اشتراک لفظی سے۔ جیسے ید عین اور معانی کے اعتبار سے اللہ تعالٰی کے اوصاف یوم
قیامت کے اوصاف ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ صفات ہمارے تصوّر میں نہیں آ
سکتیں۔ کیونکہ ہمارے ذہن میں وہی چیز آسکتی ہے۔ جسکو ہم محسوس کرتے ہیں۔ یا
اس جنس کی چیز ہو جس جنس کی چیزوں کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ پس جنّت۔ دوزخ
حساب کتاب وغیرہ کے متعلق جسقدر اُمور ہیں۔ وہ سب امور متشابہات میں داخل ہیں
ایک اور رنگ میں متشابہ کو تین قسم لکھا ہے۔ ایک وہ جس کی حقیقت پر انس
واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے الفاظ غریبہ۔ اور مُشکل احکام ان دونوں کے درمیان
جن سے راسخ فی العلم واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ہر شخص نہیں۔

فتنہ

فتنہ فتن سے ہے۔ جس کے معنی سونے کو آگ میں ڈالنا کہ کھوٹا پن اور کھرا پن معلوم ہو جائے۔ قرآن پاک میں رنج و الم جو کفار مومنین کو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ حق سے پھیرنا۔ فتنہ الرجل کہ جس حالت پہ انسان تھا۔ اس سے ہٹا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنّی اریٰ تقع الفتن خلال بیوتکم ۔ یعنی گمراہی اور اختلاف تینوں معنی ہیں۔ حق سے پھیرنا گمراہ کرنا اور اختلاف کو بالمتشابہات کی پیروی سے ان کی غرض حق سے پھیرنا یا گمراہ کرنا اور اختلاف بڑھانا۔ حضرت مجاہدؒ سے یہاں فتنہ کے معنی شبہ ڈالنے کے ہیں۔

علم تاویل

راسخون رسوخ کے معنی ہیں۔ لیکن کسی چیز کا نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قائم ہونا۔ راسخ العلم سے محقق مراد ہے (امام راغبؒ)

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

اَنَا مِنَ الرَّاسِخِیْنَ تَاوِیْلَهٗ یَعْلَمُوْنَ ○

(میں ان راسخوں میں سے ہوں۔ جو اس کی تاویل کو جانتے ہیں)

حضور اکرمؐ نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے فرمایا ہے :۔

اَللّٰھُمَّ فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل ○

(اے اللہ۔ اس کو علم میں سمجھ دے اور علم تاویل عطا فرما۔)

محکمات کے معنی تو معلوم ہوتے ہیں۔ صرف رحمت خداوندی سے متشبہات کی ان کے معنی پر اس حدیث شریف کو محمول کریں گے۔ ورنہ متشابہات کا نزول عبث ہو جائے گا۔ جب اس کو کوئی جانتا ہی نہیں۔

یہ سب ہم نے اس لئے بیان کیا ہے۔ محکمات مسلمات میں سے ہیں اور متشابہات سوائے خداوند تعالےٰ کے یا راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں نے اس میں

تا دلیلیں شروع کیں۔ اور اپنے کو راسخ العلم قرار دیا۔ اور حقیقت کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ ہم ایسے مقاموں سے بڑی احتیاط سے گزرتے ہیں۔ محکمات کو کبھی متشبہات میں شامل نہیں کیا اور نہ متشبہات کو محکمات میں کھُلے کھُلے ظاہرِ احکام کی تابعداری کی ہے۔ اور کرائی ہے۔

بتوں کو دیکھ کر ہم کلمہ توحید پڑھتے ہیں
خدا راضی ہے جس میں وہ ہماری عین مرضی ہے

اگر متشابہات کا راز ہم پہ کھُلا ہے۔ ہمیشہ پردۂ راز میں رکھا ہے۔ ایسی باتیں انسانوں کی سمجھ سے بہت دُور ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے ظاہرہ احکام میں فتور پڑ جانے کا احتمال ہے۔ متشبہات سے ایمان اور ذوق کا فائدہ اٹھایا ہے۔ ظاہرہ احکام کو محکمات تصور کیا ہے اور اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ قرآن سے قانون اور قواعد کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کی عظمت برقرار رکھی ہے۔ اس کی عزت سے محبت اور نسبت کا تعلق رکھا ہے۔ قرونِ اولیٰ کی اسلامی دُنیا سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے بزرگوں کے طفیل ہے۔ اُن کی توجہ اور تصرف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہم کیا اور ہماری کاوش کیا؟

" اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے جسے چاہتا ہے۔ مخصوص کر لیتا ہے "

ے
تری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے

حضرت قبلۂ عالمؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ متشابہات کے متعلق ابھی پوری گفتگو نہیں ہوئی۔ حضرت مجددؒ صاحب مکتوب نمبر ۳۱۰ جلد اوّل سے زیادہ وضاحت ہو جائے گی۔

سُنو۔ سیّد المرسلینؐ کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب تھا۔ یہ درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیائے علیہ الرحمۃ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں۔ احوال ومواعید اور علوم معارف ہیں۔ اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں معہ اُس چیز

کے جو عالم کہتے ہیں۔ بمعہ اُس چیز کے جس کے ساتھ صوفیاء ہمراز ہیں۔ وہ اسرار و دقائق ہیں۔ جن کی نسبت متشبہات قرآنی میں اشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت اور متبعیّت کے طور پر انبیاء علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ نہیں کے واسطے اَلعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بنی اسرائیل۔ (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) اور ہم کو تو اَلعُلَمَاءُ وَرَثۃُ الاَنْبِیَاءِ۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ علماء کی تعریف کافی ہے۔ علم وراثت، علم شریعت ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام سے باقی رہا۔

علم شریعت

علم شریعت کی ایک صورت ہے۔ ایک حقیقت ہے۔ صورت وہ ہے۔ جو علماء ظاہر کے نصیب ہے۔ جو کتاب و سنّت کے محکمات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور حقیقت وُہ ہے جو علماء راسخین کے نصیب ہے۔ جو کتاب و سنّت کے متشبہات سے متعلق ہے۔ محکمات اگرچہ کتاب امہات یعنی اصول ہیں۔ لیکن اُن کے نتائج و ثمرات متشبہات ہیں۔ جو کتاب کا اصل مقصد ہے۔ گو ثمرات حاصل کرنے کے امہات وسیلہ ہیں۔ گویا کتاب کا مغز متشبہات ہیں۔ اور اس کا پوست محکمات ہیں۔ وہ متشبہات ہی ہیں۔ جو رمز و اشارہ کے اصل کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اور معاملے کی حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں۔ علماء راسخین نے پوست کو مغز کے ساتھ جمع کیا۔ اور شریعت کی صورت و حقیقت کے مجموعہ کو پالیا ہے۔ ان بزرگوں نے شریعت کو ایک شخص تصوّر کیا ہے۔ جس کا پوست 'صورت شریعت' اور مغز 'حقیقت شریعت' ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو شریعت کی صورت اور حقائق و اسرار کے علم کو شریعت کی حقیقت سمجھا ہے۔

بعض لوگوں نے شریعت کی صورت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ صرف ہدایہ اور کنز کو اپنا پیر و مقتداء سمجھا ہے۔ بعض لوگ اگرچہ حقیقت کے گرفتار ہوئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کی صورت پر موقوف رکھا۔ اور اس کو بھی صرف خیال کیا اور مغز کو اس کے سوا کچھ اور تصوّر کیا۔ اس لئے اس حقیقت سے واقف نہ ہوتے۔ اور متشبہات کا کچھ حاصل نہ کیا۔ پس علماء راسخین ہی درحقیقت وارثِ انبیاء ہیں۔

کما قال عارف رومیؒ

من زقرآں مغز را برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

اس ضمن کے ایک قصہ یاد آیا۔ جب ہم نصیر آباد میں تھے تو ہمارے پاس ایک گوجر شیو ناتھ نامی آیا کرتا تھا۔ وہ فوج میں ملازم تھا۔ اُن کے ساتھ ایک کبیر پنتھی بھی آیا کرتے تھے۔ کچھ دن بعد کبیر پنتھیوں کے مہنت آئے۔ یہ دونوں اُن سے ملنے گئے۔ انھوں نے مہنت صاحب سے دریافت کیا کہ پرمیشور اپنی مخلوق سے ماں سے دس گنا زیادہ محبت کرتے ہیں۔ دستور کہ جب بچے کا کوئی فعل برا لگتا ہے تو ماں سمجھاتی ہے۔ سمجھانے پر نہیں مانتا۔ تو دھمکاتی ہے۔ اس پر بھی نہیں مانتا۔ تو اُس کو وہاں سے ہٹا دیتی ہے۔ پرمیشور ایسا کیوں نہیں کرتے۔

مہنت صاحب نے دوسرے وقت پر ٹال دیا۔ دوسرے وقت بھی یہی نتیجہ ہوا۔ تو وہ بددل ہو کر رہ گئے۔ ہمارے پاس آتے۔ اور تمام قصّہ سنایا۔ کبیر پنتھی نے ہم سے بھی یہی سوال کیا۔ ہم نے فوراً کہا کہ اللہ تعالےٰ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کیسے ؟

جب انسان بچے جیسا تعلق خدا سے کرے۔ ماں مارتی ہے۔ بچہ اسی سے

مدد مانگتا ہے اور اُسی کو یاد کرتا ہے۔ ایک دم اس سے جُدا ہونا نہیں چاہتا۔ کبیر جی کی تسکین ہو گئی۔ اور وہ خاموش ہو کر جھومنے لگا۔

ایسی ایک حدیث شریف ہمارے ہاں بھی ہے۔ اس پہ محمول کر کے ہم نے جواب دیا۔ " رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً "

(اے پروردگار اپنی نزدیکی سے ہم پہ رحمت فرما۔)

اب مجملاً متشابہات کا پھر ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ مقصود کتاب ہیں۔ سب سے پہلے توحید کو لو۔ کس قدر اہم باریک اور دقیق مقام ہے۔ عوام کے لئے " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ " کا اشارہ کافی و وافی ہے۔ اگر کسی ذوق صحیح بزرگ سے اللہ کی رحمت سے مل جاتے۔

علماء ظاہر اپنی علمی فراست اور عقلی استدلال سے جہاں تک پہنچ سکتے تھے۔ پہنچنے کی کوشش کی۔ " لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ " سے خاموش رہ گئے۔ علماء ظاہر نے جو صورت اختیار کی۔ قابلیت اور استعداد کے موافق کوشش بلیغ کی۔ چند عقائد وضع کئے۔ اور اُسی پر اکتفا کیا۔

علماء راسخین نے صُورت اور حقیقت دونوں کو اختیار کیا۔ جو جس مقام تک پہنچا۔ سب نے ایک ہی دیکھا۔ ایک ہی پایا۔ ایک ہی کہا۔ احوال اور مقام کا فرق ہے۔ ورنہ کچھ فرق اور امتیاز نہیں ہے۔ سب ہم آہنگ ہیں۔ ظاہر و باطن منوّر ہو گیا۔ ذوقِ صحیح پیدا ہو گیا۔

اب اعمال حسنہ خود بخود سرزد ہونے لگے۔ رموز و نکات صرف اس درجہ تک بیان کئے۔ جہاں تک عوام کی سمجھ میں آسکیں۔ ورنہ اشارہ اور کنایہ سے کام لیا۔ یہ ہیں معنی محکمات کے۔ متشابہات سے روشنی حاصل کرنا۔ جہاں انسانی عقل و خرد۔ فہم و فراست بیکار ہے۔ کیا خوب فرمایا حافظ شیرازیؒ نے۔

ے راز درون پردہ زرنداں مست مپرس
کہ ایں نیست حال صوفی عالی مقام را

صورت اور حقیقت

ایک درویش مولویانہ وضع کے اچھّے خاصے پڑھے لکھے اور واقف شخص ہم سے ملنے کے لئے بمبئی سے نصیر آباد آئے۔ جب ہم سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے ہم سے سوال کیا۔ کہ حضرت شریعت کیا ہے؟ اور طریقت کیا ہے؟

ہم نے اُن سے کہا۔ کہ لفظوں کے ہیچا پیچ سے کچھ فائدہ نہیں۔ احکامِ خدا و رسول کریمؐ کو تسلیم کر کے بجالانا اسلام ہے۔ چاہے اُس کا نام طریقت رکھو یا شریعت۔ ہم تو دونوں کو لفظی تفاوت سمجھتے ہیں۔ ورنہ بات ایک ہی ہے۔ صورت اور حقیقت کا سوال ہے۔ دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی ہوجاتی ہے۔ ایسے الجھاؤ میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ بات کام کرنے کی ہے نہ کہ بات کرنے کی۔ پھر کہنے لگے۔ بُت پرستی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ہمارے ذہن میں یہ دو شعر آگئے۔ ہم نے بغیر کچھ کہے۔ پڑھ دیئے۔

لے تری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے

لے بُتوں کو دیکھ کر ہم کلمۂ توحید پڑھتے ہیں
خدا راضی ہے جس میں وہ ہماری عین مرضی ہے

شاہ صاحب اُچھل پڑے۔ اور کہنے لگے۔ ابھی آپ کی عمر تھوڑی ہے۔ مگر شیخ کامل نے سب کچھ بتلا دیا ہے۔

پھر ارشاد ہُوا۔ میاں جب تک غیریت نہیں مٹتی۔ یہ کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا مٹانا

ضروری اور لازمی ہے۔ یہ سمجھنے سمجھانے کی باتیں ہیں۔ کہنے سُننے کی نہیں ہیں۔

؎ گفتگو یکساں بنا شند غافل و ہوشیار را
در نفس باشد تفاوت خفتہ بیدار را

غافل اور ہوشیار کی باتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ سونے اور جاگنے کے سانسوں میں فرق ہوتا ہے۔ وہی شخص کچھ کہہ سکتا ہے۔ ظاہر کر سکتا ہے۔ جس نے کچھ دیکھا ہو۔ ورنہ محض قیاس اور استدلال میں یہ زور کہاں۔

۳۵۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود

حضرت قبلۂ عالم کی حالت کچھ متبدل ہوئی۔ جوش بڑھا۔ چہرہ مبارک آفتاب کی طرح چمک اٹھا۔ فرمایا۔ مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا ہم نے بہت عرصہ تک مطالعہ کیا۔ پورے بیس سال تک ہم نے اس کا مزہ چکھا ہے کہ جس کا ذائقہ آج بھی کام و دہن میں موجود ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدینؒ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اختلافات پہ تمیز اور شعور حاصل کی ہے۔ مسئلہ چونکہ اہم ہے۔ اور عوام النّاس کی سمجھ اور فراست سے دُور ہے۔ بات چونکہ دقیق اور باریک ہے۔ یُکَلِّمُون النّاس علیٰ قدرِ عقلھم پہ اکتفا کرتا ہوں۔ اور ہم صرف یہ بتائے دیتے ہیں کہ عروج پہ سالک راہ پہ وحدت الوجود کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور نزول میں مقام محمدیؐ پہ پہنچ کر وحدت الشہود کا معائنہ ہوتا ہے۔

؎ حقائق ہائے نیک و بد بہ شیر خفتہ می ماند
کہ عالم را ز ندبر ہم تو دست بر نہی برادُ

واجب الوجود :۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ممکن الوجود سے آگے بڑھ کر واجب الوجود

ہے۔ وحدت سب کے نزدیک مسلّم ہے ۔ اللہ جلّ شانہٗ نے بار بار اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا۔ وحدت اور سالکِ راہ نے اس مقام تک عروج کیا۔ علم الیقین توحید وجودی کا تصوّر ہے تو عین الیقین توحید شہودی کا۔ حق الیقین توحید تنزیہی کا۔ غرض سب کی توحید ہے۔

ہر چند تو او را نتوانی دیدن
او بتواند بتو نمودن خود را

(اگرچہ تم اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن وہ خود تم کو اپنے آپ کو دکھلا سکتا ہے۔)

ہم نے اسقدر صاف صاف بیان کرنا کبھی پسند نہیں کیا۔ لیکن آج موقع تھا تخلیہ تھا سوائے تمہارے کوئی اور نہیں ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ روشنی ڈال دی گئی۔ التوحید اسقاط الاضافات کافی ہے۔ اچھا ایک شعر بُہر۔ہ اور دقیق اور سُن لو۔

ہر چیز کہ در حیّز امکان بُودن
بالوہمہ ہیچ بود دے او ہمہ ہیچ

اس شعر میں تمام کائنات کو ہیچ ہونا ثابت کیا ہے۔ دونوں پہلوؤں سے وجود حقیقی کے ساتھ بھی ہیچ ہیں۔ کیونکہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور وجودِ حقیقی کے بغیر بھی۔ ہیچ ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دوسرے موجود ہی نہیں ہو سکتے۔

ہم نے اس سے پہلے بھی کہا ہے ۔ اور پھر تُم لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ یہ سب باتیں سمجھنے سمجھانے کی ہیں۔ سب سے پہلے کام کی بات وہی قیام نسبت ہے بغیر اس کے یہ سب علمی اور نظری باتیں ہیں۔ علم اور نظر کچھ مفید نہیں۔ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ جب عمل کرو گے۔ یہ سب راز تم پر خود بخود منکشف ہو

جائیں گے۔

ہمیں یاد آیا، حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا ایک مکتوب ہے۔ کہ جو حضرت نے مُلّا عبدالغفور سمرقندی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

فقراء کی محبت اور اس گروہ سے تعلق رکھنا خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے حضرت حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ وہ نیاز کہ جو درویشوں کے کھانے کے لئے بھیجی تھی۔ وصول ہوئی۔ اور فاتحہ مسنون پڑھا گیا۔ وہ طریقہ جو آپ نے حاصل کیا تھا۔ اور وُہ نسبت جو آپ کو پہنچی تھی۔ اس کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اس میں کچھ فتور پڑ گیا ہو۔

یک چشم زدن خیال او پیش نظر
بہتر ز وصال خوبرویاں ہمہ او

"ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی سی بھی حاصل ہو جائے تو تھوڑی ہی نہیں" کیونکہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا ہے۔ جو خرقہ عطا ہوا ہے۔ اُسے باوضو کبھی کبھی پہن لیا کریں۔ یہ مکتوب ۲۴۲ جلد اوّل میں ہے۔ حضرت مجددؒ نے اس مکتوب میں چند باتیں فرمائی ہیں۔

فقراء کی محبت (توحید یعنی تصوّف) اس پر استقامت رہے۔ نیاز کی وصولی اور فاتحہ۔ نسبت خرقہ کی عظمت۔ ان اُمور میں سب سے زیادہ زور نسبت پر دیا ہے۔ اور نسبت کے حصول کا ذریعہ تصوّر کو۔ شعر بالا میں کس خوبی اور اعلیٰ ترتیب سے پیش فرمایا ہے۔ سُبحان اللہ۔ یہ ہیں گُر فقیری کے جن پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اور فقیری اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

یُؤمِنُونَ بِالغَیب

عصر کے وقت قدمبوسی نصیب ہوئی۔ تو یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ نفسیاتی اعتبار سے اگر اسے دیکھا جائے۔ تو انسان میں تحقیق کا جذبہ فطری ہے۔ جیسے بچہ کو دیکھو۔ وہ جس نئی چیز کو دیکھتا ہے متعدد سوالات اُس چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کرتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ کس غرض کے لیے ہے؟ اسے کیوں بنایا گیا؟ اس کا کیا کام ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ یہ کس کی ملکیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ

اس چھوٹے بچے کے سوالات اگر ایک جگہ جمع کر لئے جائیں۔ اور اُن کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بچہ اس شئے کی حقیقت جاننا چاہتا ہے۔ اور حقیقت کے انکشاف کرنے کے لئے جتنے سوالات ہو سکتے ہیں۔ اور جہاں تک اس کا ذہن رسائی کرتا ہے۔ اس حقیقت کی تفتیش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا شعور ابھی ناقص ہے۔ اسباب تحقیقات تک اس کی دسترس نہیں ہے۔ اپنے کو مجبور سمجھ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر یہ جذبہ ابھرتا ہے۔ اور اسی قسم کی تحقیقات بچہ شروع کر دیتا ہے جہاں تک اس کا شعور ترقی کرتا جاتا ہے۔ علم بڑھتا جاتا ہے۔ آگاہی ہوتی جاتی ہے اس قسم کے سوالات کم ہو جاتے ہیں۔ یہ دور تسلسل ہے جو بچپن سے شروع ہو کر بڑھاپے تک یا آخری عمر تک باقی رہتا ہے۔ فرق مراتب اظہار علم و آگاہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

جب سن شعور کو پہنچتا ہے۔ اس میں ایک خاص تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مخصوص جذبہ کارفرمائی کرنے لگتا ہے۔ ان چیزوں کے متعلق کہ بچپن میں تحقیقات غیر مکمل رہ گئی تھیں۔ اُن کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور اس جذبہ کا

اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے۔ کہ ہر چیز پہ غالب آجاتا ہے۔ اس کو شوق کہتے ہیں۔ اور جب انکشاف میں ترقی کرتا ہے۔ تو ذوق آنے لگتا ہے اور ہمت بڑھتی ہے۔ استقلال نصیب ہوتا ہے۔ غرض اس طرح اس کو خاص شغف ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت کا کچھ نہ کچھ انکشاف ہو کر سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

منتظر دیدھی جتنی کہ چشم آرزو
پردہ باب حریم نازاتنا باز تھا

دین و دنیا کے کاموں میں یہی اصول کارفرما ہے۔ یہی اصول معرفت خداوندی میں کارفرما ہے۔ "یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ" میں سب سے اعلیٰ وارفع معرفت باری تعالیٰ ہے۔ شوق مجبور کرتا ہے۔ یہ اس مرحلہ پر گامزن رہتا ہے۔ ذوق کا دامن پکڑ لیتا ہے۔ سکر شروع ہو جاتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے

سکر توحید کے مراقبوں کی کثرت سے ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس کو سکر کہتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبوں کی صورت قوت متخیلہ میں منقش ہو جاتی ہے۔ یا توحید کا علم اور اس کی تکرار ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ توحید کی یہ دو صورتیں معلول اور ضعیف ہیں۔ اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ اس کے علاوہ تصور فنائیت اور اس کی کثرت "محبت" کا غلبہ پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب غیر محب کی نظر سے دور ہو جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ سکر کے ساتھ کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اب سالک راہ توحید وجودی میں مستغرق ہے۔ نہیں جانتا مشہود کہاں ہے اور شاہد کون ہے۔ اور مشہود کیا ہے۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

پہلی دو قسمیں علمی ہیں۔ تیسری قسم عملی صاحبِ حال کا حصّہ ہے۔ یہی وہ منزل ہے کہ مجددؒ صاحب جب اس مقام پر پہنچے ہیں تو فرماتے ہیں۔

در انگندہ دف ایں آوازہ از دوست
کز بہر دست دف کوباں بود پوست

یہ حالت مستحسن اور یقینی مغلوب الحال اور غالب الحال کا فرق ہے۔ غالب الحال قابو یافتہ ہیں۔ اور مغلوب الحال محذور۔

اب سمجھ لو کہ یہ مقام تصوّرات اور تجلّیات کی دُنیا سے شروع ہوتا ہے۔ اور عدم محض استغراق ہے۔ جو کوئی یقین واثق۔ ایمان مستحکم سے اِس راہ میں گامزن ہوا۔ منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ یہ تاکید ہدایت "یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ" کے ساتھ وابستہ ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو معذور اور مجبور سمجھا۔ اور حقیقت سے انکار کیا۔ محروم رہے۔ سوائے ظاہری حالت سدھارنے کے باطن سے کچھ نصیب نہ ہوا۔ علماءِ ظاہر کے رد میں حضرت محمود شبستری مثنوی گلشن راز میں خوب فرمایا ہے۔

ندارد واجب از ممکن نمونہ
چگونہ داندش آخر چگونہ

انسانی فلسفہ۔ انسانی منطق۔ انسانی علوم سے اُس ذاتِ بے چون و چرا کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے شعر میں اثباتی حیثیت اختیار فرما کر فرماتے ہیں۔

زہے نادان کہ او خورشید تاباں
بہ نورِ شمع جوید بیاباں

اُس نادان کو ملاحظہ فرمایئے کہ چمکتے ہوتے سُورج کو چراغ لے کر بیابان میں

ڈھونڈھا جا رہا ہے۔

۳۶ - مقامِ محمودی

اس کے بعد بعض خواص کا خیال ہے۔ کہ سیرِ رجوعی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کو سیر عن اللہ کہتے ہیں۔ لیکن ہم اس کو بھی عروجی شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ تکمیل اور ارشاد کا تعلق انہیں سے ہے۔ اور اسے مقام محمودی کہتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے۔ ستّر ہزار پردے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ یہی ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَغْفِقُ اَلْفَ حِجَابٌ مِنْ نُوْرٌ عَظِیْمٌ۔

اللہ تعالیٰ ستّر ہزار نور کے پردے ہیں۔ وہ سب دُور ہو جاتے ہیں۔ غیر و غیریت کا اسم از اسم محو لاشئی ہو کر دیتی ہے۔ علوم و معارف تجلیات و ظہورات سے سالک مالا مال ہو جاتا ہے۔ تزکیہ تجلیہ سب پورا ہو جاتا ہے۔

برزخ شیخ کے متعلق خواجہ محمد اشرفؒ نے حضرت مجددؒ صاحب سے دریافت کیا۔ کہ نسبت و رابطہ کی ورزش یہاں تک غالب ہو گئی ہے۔ کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ بالغرض اگر اس کو دُور کرنا چاہے۔ تو نہیں ہو سکتا۔ مجددؒ مکتوب نمبر ۳۰ دفتر دوئم میں فرماتے ہیں۔ طالب اس دولت کی تمنّا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ اس لئے حال والا شخص کامل مناسب رکھتا ہے۔ رابطہ مسجود الیہ ہے نہ کہ مسجود۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادتمندوں کو میسّر ہوتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں۔ اور تمام اوقات اسی طرح متوجہ رہیں۔ نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں۔ اور توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتے ہیں۔ اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کرتے ہیں۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ داشت
دیدن روئے نبیؐ سود نہ داشت
(جس کی قسمت میں کچھ بہتری نہ تھی۔ اُس کو رضائے نبیؐ بھی بے سُود رہی۔)

اُصُولِ محبّت اصل الاصُول ہے

حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک صُوفی منش بزرگ نصیر آباد میں آگئے تھے۔ اور ہم سے ملے۔ ایک مجمع میں اُن سے دریافت کیا گیا۔ جب آدمی فنا فی اللہ میں پہنچتا ہے تو کیا اللہ ہو جاتا ہے صُوفی صاحب نے فرمایا۔ ادر کیا۔ ہم نے صوفی صاحب سے دریافت کیا۔ اگر دو ہزار آدمی فنا فی اللہ ہو جائیں یا پانچ ہزار آدمی فنا فی اللہ ہو جائیں۔ تو کیا سب اللہ ہو جائیں گے۔ صوفی صاحب پریشان ہو گئے۔ ہم نے کہا۔ صوفی صاحب۔ فنا فی اللہ ایک منزل ہے جو سالکِ راہ کو طے کرنی پڑتی ہے۔ ایک دریا ہے کہ جس میں غوطہ لگا کر عبور کرنا پڑتا ہے۔ اللہ اللہ ہے۔ بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔ ہم متنازعہ فیہ مسائل میں پہلے اپنی تسکین کرتے ہیں۔ اور پھر دیکھتے ہیں کہ کون سے پہلو قابلِ عمل اور مفید ہیں۔ اور باعثِ ترقی درجات ہیں۔ اس پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل بھی بغیر تحقیق کی نگاہ ڈالے نہیں کرتے اور اس پر عمل کر کے اس کی برائیاں اور بھلائیاں دیکھتے رہتے ہیں۔ آخر ہماری تحقیق مکمل ہو جاتی ہے۔ دوسرے پہلو کی بھی تکذیب نہیں کرتے۔ ہمیشہ سے ہم نے اپنا یہی دستور العمل بنا رکھا ہے۔ اور اس کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہم ہر پہلو سے محبت کے اصُول کو برتری دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک دل کا مبتلا کر لینا سُود مند ہی نہیں بلکہ اصل الاصول ہے۔

عشق وہ بادۂ مرد افگن ہے۔ جس سے ذوقِ شوق - سوز و گداز - جوش و خروش - زور و اثر پیدا ہوتا ہے - اس جہاں کی ابتدا عشقِ حقیقی کے ابتلا سے پیدا ہوتا ہے۔ عرفائے کاملین پر جب نشۂ محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو معشوقِ حقیقی صانعِ کل کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ نفسِ انسانی کے مدارج اس سے طے ہوتے ہیں۔ درمجبوراً کہنا پڑتا ہے۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بر آن آستانہ ایست

ماسوا اللہ کے وجود مٹ جاتا ہے۔

ماسواء اللہ: ارشاد عالی ہوا کہ نصیر آباد میں ایک شخص منشی رحیم بخش جو اہلِ حدیث میں سے تھے۔ بڑے ہوشیار اور سمجھدار آدمی ہے - ہم نے اُن سے کہا۔ منشی جی شرک ایک بدترین گناہ ہے۔ کہنے لگے۔ بے شک۔ پھر ہم نے ان سے کہا۔ جہاں متعدد ہستیوں کا وجود تسلیم کیا جائے۔ شرک جیسی لعنت سے بچنا محال ہے۔ اور جس کی نظر میں سوائے ایک ہستی لاغیرا کے کچھ باقی نہ ہو۔ وہاں شرک کا خیال تک کیسے ہو۔ منشی جی خاموش اور لاجواب ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ بات تو بڑے پتے کی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ جن کے نزدیک وحدت کی کثرت متفرع ہوتی ہے۔ اور کثرت وحدت میں مدغم ہو جاتی ہے۔ اُن کے نزدیک ماسوائے اللہ کے کسی کا اصل وجود ہی نہیں ہے۔ ظل اور عکس اور پرتو سے دیگر ہستیوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم زیادہ کچھ نہ کہیں گے۔ جو صاحبِ فراست ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے۔ اور جو نا اہل ہیں۔ جھگڑے سے بچ جائیں گے۔

۳۷ - علم غیب

ایک نشست میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہمیں ایک لطیفہ یاد آیا۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ نصیر آباد میں تین مولوی صاحبان جو کہ عقائد کے لحاظ سے حنفی تھے۔ آئے۔ اُن میں سے ایک صاحب مولوی محمد عمر صاحب تھے۔ جو مشہور واعظ مولوی ہدایت رسول مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ اور خوب واعظ فرماتے۔ اور تقریر مسلسل اور مدلّل ہوتی تھی آخر تقریر میں وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کا ذکر ضرور کرتے تھے۔ ایک مولوی صاحب جو بخاری مشہور تھے۔ اور دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے۔ یہ ایک نیک متقی اور اچھے آدمی تھے۔ ایک مسجد میں امامت کرتے تھے۔ وہ بھی واعظوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک روز اپنے تمام معتقدین کو جمع کیا۔ اور کہا میں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غائب کا قائل نہیں ہوں آپ لوگوں کی تمام نمازیں جو میرے پیچھے پڑھی گئی ہیں۔ فاسد ہو گئی ہیں۔ اور اس کے علاوہ بہت اشتعال انگیز تقریر کی اور مشتعل بنایا اور کہا۔ کہ مولوی محمد عمر کے پاس چلو۔ اس مسئلے کی تصدیق یا تکذیب ہو جاتے۔ آدمیوں کا ایک گروہ جمع کیا۔ اور مولوی صاحب کے پاس گئے۔ ہمیں تشویش ہوئی۔ کہیں جھگڑا نہ ہو جاتے۔ مولوی عمر جوان عمر اور تیز آدمی تھے۔ اثنائے گفتگو میں اشتعال پیدا نہ ہو جاتے۔ جس دن یہ واقعات رونما ہوئے ہم خواجہ اجمیری کے صاحبزادے کے عرس میں شرکت کرنے سرور شریف جانے کو تیار تھے۔ ڈاکٹر نذیر حسن صاحب اپنی کار لے کر آگئے۔ اسی دوران میں مولوی محمد عمر صاحب بھی آگئے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اور اُن کے درمیان طے ہو گیا ہے کہ یا تو ایک ثالث مقرر کر لیا جائے۔ کہ جس کے روبرو دونوں اپنے عقائد بیان کریں۔ جو وہ فیصلہ کرے۔ اس کے پابند ہو جائیں یا دونوں صاحب اپنے عقائد تحریر کر دیں۔

اور کسی مدرسہ یا عالم کے پاس بھیج دیں۔ اور اُن سے استفسار کریں۔ ہم نے سوچا کہ اس میں دو ہفتے صرف ہوں گے۔ اور مسلمانوں کو جو مولوی عمر سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ رُک جائے گا۔ لوگوں نے کہا۔ یہیں آپ کے سامنے اس کا فیصلہ ہو جائے۔ مولوی بخاری صاحب کو بُلا لیا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم حنفی تھے۔ تو کہنے لگے کہ ان کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو حاضر ناظر سمجھے۔ تو وُہ مشرک ہے۔

ہم نے کہا۔ اس فتویٰ سے علمِ غیب کا کیا تعلق ہے۔ لیکن مولوی صاحب یہی کہتے رہے۔ آخر ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا ثبوت پیش کیجئے اور اس کی کیفیت بیان کیجئے۔ مولوی صاحب مبہوت ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ ساقط ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا آپ صاحبان کھلی ہوئی آیات سے انکار کرتے ہیں۔

سنو! قرآن پاک میں اللہ جلّ شانہٗ سورۂ تکویر کہ جس میں بذریعہ وحی اللہ ربّ العزّت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو آئندہ آنیوالے واقعات کی خبر دی ہے۔ اور اپنے علمِ غیب عطا فرمانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ کاہنوں اور شیطانوں کی طرح فضول پیشگوئی کا رد فرمایا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝

(یعنی اس نے اپنے رب کو انتہائی کُھلے مقام پر دیکھا۔) اور اس موہبت کا نتیجہ ہر عملی قسم کی آگاہی ہے۔ اور صاف لفظوں میں فرمایا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

(وُہ غیب بتلانے پر بخیل نہیں)

بھلا خیال کیجئے۔ کہ جس کو علم عطا ہی نہ ہُوا ہو تو اُس کے بتلانے میں بخیل کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ہے کُھلا ثبوت۔ مولوی صاحب نے تسلیم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو علم غیب ہونے کا یقین نبوت ہے۔ مولوی صاحب سے وعدہ لیا گیا کہ وہ اپنے عقیدہ کا
رد جس کی انہوں نے تبلیغ کی۔ سب کو بلا کر کہہ دیں۔ مولوی صاحب نے ایسا ہی کیا۔
اور فتنہ رفع ہو گیا۔

حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی کھلی کھلی آیات موجود ہیں۔ جن
کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ دیکھو سورہ جن میں اللہ تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

(ترجمہ: غیب کا جاننے والا ہے۔ سو وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا
مگر ہاں جسے رسول بنانا پسند کرے۔)

اس سے زیادہ اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ جو صفت جس کو چاہیں۔ عطا فرما دیں۔
اس میں کیا مشکل ہے اور کیا نقص ہے۔

اور لیجئے۔ دوسری جگہ سورہ آل عمران پارہ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ۝

(اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تم کو غیب پر اطلاع دے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ
اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ چن لیتا ہے۔)

اس کے علاوہ اور بھی آیات مبارکہ ہیں۔ خدا جانے لوگوں کا خیال کدھر ہے۔
اور کیا سمجھ رکھا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اسی قسم کا واقعہ ہمیں جب بلند شہر پہلی بار آتے
تھے۔ پیش آیا تھا۔ ہم مولوی علیم الدین صاحب وکیل کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے
وکلاء کی ایک جماعت جو کفیل احمد صاحب اور چوہدری لیاقت علی خاں پر مشتمل تھی۔
اور انہیں کے ساتھ فخر اللہ صاحب بھی آئے تھے۔ ہم سے ایک صاحب نے سوال

گیا۔ کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علمِ غیب میں بہت گفت وشنید ہو چکی ہے آپ کا مسلک اس کے متعلّق کیا ہے ؟ ہم نے فضول بحث میں پڑنے سے بچنے کے لئے انؒ سے کہا کہ یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے۔ جانبین سے اثبات اور نفی میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ جس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں تنقیص اور توہین نکلتی ہے۔

ہم اس کو قبول کیوں نہ کریں۔ کہ جس سے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان ارفع واعلےٰ رہے۔ ایک قلندر صاحب کیا خوب فرماتے ہیں۔

اے اہلِ طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا ہی نہیں اپنے ہی کو کھوئے

چوہدری لیاقت علی اچھل پڑے۔ اور کہنے لگے۔ اس مسئلہ کا حل اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ لوگ حسن ظن کا پہلو کیوں اختیار نہیں کرتے تنقیص پر کیوں آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا۔ کہ شرح عقائد نفسی جو توحید کے اوپر دلائل وبراھین پیش کئے گئے۔ جن پر ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ توحید وجودی اور توحید تنزیہی کا مسئلہ زیر بحث رہا۔ اور ہر شخص اس میں سرگرداں ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد الرسول اللہ تک پیغمبران علیہم السلام اس کی تکمیل کے لئے تشریف لاتے رہے۔ شعور بدیہی اور شعور نظری کو ہم آہنگ بنانے کے لئے ہمیشہ بزرگانِ دین کوشاں رہے ہیں۔ چونکہ مسئلہ اہم اور دقیق ہے۔ عوام تو عوام خواص کی فہم وفراست سے بھی دور ہے۔ اشارۃً کنایتاً ہی جلسۂ عام میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہی طریقہ حضرت اولیاء اللہ نے اختیار کیا ہے۔ فرمایا۔ سنو! حضرت خواجہ ولی الہند حضرت معین الدین حسن سجزیؒ نے کس خوبصورتی سے ارشاد

فرمایا ہے۔

ایں چنیں نورکہ در آئینہ جاں نمود
عین ذات است۔ و لیکن بمثال دیدم

حضرت قبلہ عالم کا ایک کشف :- | علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

برخوردار حامد محمود علی جو ہوائی جہاز کے محکمہ میں ملازم تھے۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۴۶ء کو چند روز کی رخصت پر آئے۔ رخصت ختم ہونے کے بعد جب واپس پہنچے۔ تو افسران سے کچھ کشمکش ہوگئی۔ ایک خط پریشان لکھ کر خاموشی اختیار کی۔ متعدد خطوط بھیجے گئے۔ کمانڈنگ آفیسر کے نام جوابی تار بھی دیا گیا۔ لیکن جواب ندارد۔ بڑی پریشانی ہوئی۔ عصر کے وقت قبلہ عالم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر جملہ واقعات عرض کئے۔ ایک دفعہ مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا۔ حامد بالکل بخیریت ہے۔ پریشانی کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔ جلد خط آجائے گا۔ الحمد للہ کہ دوسرے روز ہی خیریت کا خط آگیا۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم ایک ادنیٰ غلام کو بھی علم ہو جاتا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کا کوئی احاطہ کر سکتا ہے پھر ارشاد ہوا۔ کہ یہ ایک علمی بحث ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم بالواسطہ ہے یا بلاواسطہ۔ عطا کیا ہوا ہے۔ یا علم قدیم ہے۔ ہم ایسی باتوں میں نہیں پڑتے۔ اور نہ ضرورت ہے۔ کہ خواہ مخواہ کی دردسری مول لی جائے۔ ہمارا عقیدہ تو بالواسطہ کا ہے۔

"اب ہمارا زمانہ ہے"

مکرمی قبلہ وکعبہ امین العارفین حضرت الشاہ محمد عبدالرؤف رح سجادہ نشین

حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ حضور قصور میں رونق افروز تھے۔ تو وہاں کے لوگوں نے حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کی بہت تعریف کی۔ اور کہنے لگے کہ وہ بہت ہی بافیض بزرگ تھے۔ آج تک فیض جاری ہے اور مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا۔ ہاں۔ بزرگ تھے۔ "اب ہمارا زمانہ ہے" س کی تصدیق چاہی گئی۔ ارشاد فرمایا۔ کہ کبھی زبان سے نکل ہی جاتا ہے۔ ہم تو بہت احتیاط کرتے ہیں۔ اور احتیاط کرنی ہی چاہیئے۔

۳۸۔ مسئلہ سماع :۔

حضرت قبلہ کے حضور گذارش کی گئی۔ کہ حضرت مسئلہ سماع پر روشنی ڈالیں۔ کہ یہ بادۂ مردافگن دنیائے اسلام میں اس قدر کیوں زیر بحث رہا ہے۔ علماء فقہاء ورمشائخ سبھی نے اس پر حق اور ناحق ہونے کی زور آزمائی کی ہے۔ اور آج تک ہو رہی ہے۔ اتباعِ سنّت کو مدِّ نظر رکھا جائے۔ جواباً حضرت قبلۂ عالمؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے۔ دوسرے مسائل پر اس کے شمہ برابر بھی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ ہماری تمام عمر اسی مسئلہ کے جرح و قدح میں گذری ہے۔ ہزاروں معترضین اور منکرین سے واسطہ پڑا ہے۔ اکثر حضرات اہلِ حدیث کے علماء سے بحث مباحثہ کرتے رہے ہیں۔ ہر ہر پہلو کو میں نے غور و خوض سے ملاحظہ کیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے دقیق سے دقیق نکتہ کو حل کیا ہے۔ تمہارے سوال کے متعلّق ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ غور سے سُنو! تمہارے جوابات اس واقعہ کی روشنی میں آجائیں گے۔

غلام محمد شاہ صاحب ریاست ہمت نگر میں بعہدہ صوبیداری ملازم تھے۔

ان کے ساتھ ایک صاحب اہلِ حدیث میں سے جن کا وطن جودھپور تھا۔ اور اُن کے دولڑکے بھی تھے۔ جو ملازم تھے۔ اور غلام محمد شاہ صاحب سے بہت گہرے تعلقات ہوگئے تھے۔ غلام محمد شاہ کی سادگی اور محبت سے انہوں نے باور کرلیا تھا۔ کہ یہ ہمارے جال میں ضرور پھنس جائیں گے۔ علم نہ تھا۔ کہ مرید بھی ہیں۔ مولوی عبدالغنی جودھپوری غلام محمد شاہ کے دوست کے چھوٹے بھائی تھے۔ جو پختہ قسم کے اہلحدیث اور بہت بڑے مناظر تھے۔ اُن کی اِس نواح میں بہت شہرت تھی۔ اتفاقاً غلام محمد شاہ کے اصرار پر ہمیں ہمت نگہ جانا پڑا۔ جب ہم وہاں حاضر ہوئے تو دولڑکے ہماری خدمت میں ہروقت حاضر رہتے۔ اور ہر قسم کی خدمت کرتے۔ ہم نے دوسرے روز دریافت کیا۔ میاں صاحبزادے تمہارا کیانام ہے۔ کہا محمد ہے۔ اور فلاں شخص کے لڑکے ہیں۔ ہم سمجھ گئے۔ کہ مولوی عبدالغنی صاحب کے بھتیجے ہیں۔ شام کے وقت باپ بیٹوں نے مشورہ کیا۔ کہ مولوی عبدالغنی صاحب کو جودھپور سے بلا لیا جائے پیر صاحب تو بالکل سیدھے سادھے ہیں۔ مولوی صاحب کے آنے سے جو کچھ اثر ہے۔ زائل ہوجائے گا۔ اور ہماری کامیابی ہوجائے گی۔ ہمارے پاس آئے۔ بیٹے نے اثنائے گفتگو میں کہا۔ اچھا ہوتا کہ مولوی صاحب کو بلا لیا جاتا۔ پیر صاحب کی وجہ سے خُوب لطفِ صحبت رہے گا۔ باپ نے کہا۔ واہ وا تم نے خوب یاد دلایا۔ ضرور مولوی صاحب کو بُلا لیا جائے۔ اب ہماری طرف مخاطب ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ حضرت کی کیا رائے ہے۔ اگر ارشاد ہو تو بلا لیا جائے۔ ہم نے کہا۔ کیا حرج ہے۔ مولوی صاحب کو بلایا جائے۔ صبح کو مولوی صاحب کو بذریعہ تار خرچ بھیج دیا گیا۔ کہ جلد از جلد تشریف لے آئیں۔ جس روز مولوی صاحب کو آنا تھا۔ اُن میں سے ایک لڑکا ٹرین کے ذریعے جو یہاں سے جودھپور کو جاتی تھی۔ روانہ ہوگیا۔ اور راستہ میں مولوی صاحب سے ملاقات کی۔ اور تمام ماجرہ انہیں سمجھایا۔ اور بلانے کی غرض

بتلائی۔ جب ٹرین کا وقت آگیا۔ تو کچھ صاحب مولوی صاحب کے استقبال کے لئے اسٹیشن جانے لگے۔ غلام محمد شاہ نے ہم سے دریافت کیا۔ کیا وہ بھی چلے جائیں؟ ہم نے اجازت دے دی۔ ہم اس معاملہ میں وسیع الخیال اور وسیع القلب واقع ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب بہت تیز اور گویا آدمی تھے۔ گفتگو کا عجب انداز تھا۔ اثنائے گفتگو میں بار بار یارب۔ یا حق کے نعرے لگاتے جاتے تھے۔ اوامر و نواہی پہ زور شور سے تقریر فرماتے رہے۔ بدعات کی گمراہی مختصر عات کی مذمت کرتے رہے۔ ہم چپکے بیٹھے حقہ پیتے رہے۔ اور ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ نشست برخاست ہوگئی۔ اور مولوی صاحب آرام کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ہماری خوشی اور سادگی سے انھوں نے سمجھ لیا۔ کہ پیر صاحب تو بالکل سیدھے سادے ہیں اور ناواقف آدمی ہیں۔ دو چار ملاقاتوں میں قابو آجائیں گے۔ اور غلام محمد شاہ پر تو اثر پڑ ہی جائے گا۔

صبح کو مولوی صاحب پھر تشریف لے آئے۔ پھر وہی طرزِ گفتگو اختیار کیا۔ اور بدعات پر روشنی ڈالنے لگے۔ اس ضمن میں مسئلہ سماع پہ گفتگو کرنے لگے۔ کہ لوگ اس خرافات میں کسقدر مبتلا ہیں۔ اب ہم سے خاموش نہ رہا گیا۔ اور ہم نے مولوی صاحب سے کہا۔ آپ مسائل کی تحقیقات کر کے اُن پر روشنی ڈالا کریں۔ یہ نہ کیا کریں۔ کہ بغیر تحقیق اور تنقید کے کسی مسئلہ پہ جائز و ناجائز گفتگو کرنے لگیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ وہ کون سا مسئلہ مُراد ہے جس پہ آپ معترض ہیں۔ ہم نے کہا۔ مسئلہ سماع پہ جو آپ لعن طعن کر رہے ہیں۔ آپ کی عدم واقفیت کا ثبوت ہے۔ کہنے لگے۔ کہ یہ تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور سماع قطعی حرام ہے۔ ہم نے کہا۔ آپ بہت بڑی بات کر رہے ہیں۔ اس کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ سُنیئے متفق علیہ

کے لئے نص جلی ہونی چاہیئے۔ اور حکم صریح ہونا چاہیئے۔ تب کہیں آپ حرام ثابت کر سکیں گے۔ کہنے لگے۔ ہاں میں نص جلی پیش کرتا ہوں۔ سنئے۔ سورۂ لقمان رکوع نمبر ا میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(ترجمہ :- اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بھکا دیں۔ اور اُسے ہنسی بنا لیں۔ اُن کے لئے ذلّت کا عذاب ہے)

یَشْتَرِیْ کے معنی خریدنے کے ہیں۔ یعنی حاصل کرنا۔ اور یہاں اسی لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مُراد کہانیاں۔ مخول بازی۔ خرافات غِنا۔ ابن عباس اور ابن مسعود نے یہی مانا ہے۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ کو غِنا کہا ہے۔ اس سے زائد اور کیا ثبوت چاہتے ہیں۔ قرآن پاک کی کھلی ہوئی آیات ہیں۔ اور اس سے تحریم ثابت ہوتی ہے۔ ہم نے کہا۔ آپ نے دھوکہ کھایا ہے۔ اور ہمیں بھی اس میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ تفسیر پر بعد میں بحث کریں گے۔ پہلے قرآن پاک کے الفاظ اور معنی پر غور کرو۔ خدا سے غفلت پیدا کرنیوالے امور کو ھوالحدیث کہا۔ عام ہے۔ کوئی خصوصیّت نہیں ہے۔ اس کو اختیار کرنا۔ اور غیر معلوم حیثیت سے لوگوں کو گمراہ کرنا اور ان کا مذاق بنانا اور ہنسی اُڑانی۔ اس میں نہ تو سماع مذکور ہے۔ اور نہ غِنا سے کچھ تعلق ہے۔ قطعی کا حکم لگانا تحریف معنوی نہیں۔ لفظی بھی ہے۔ اور آپ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ وجوب کے لئے اشارۃً اور کنایۃً حکم ہونا چاہیئے۔ جو مقصود ہے۔ یہ ہے آپ کی دلیل کی حیثیت اور یہ ہے استدلال۔

اچھّا اب تفسیر کے متعلق بھی سُن لیجئے۔ ان آیات کے متعلق تمام مفسرین بیضاوی حسینی صاحب المعالم تنزیل وغیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شانِ نزول ان آیات کا یہ

ہے۔ نضر بن حارث بن کلدہ مشرک فارس کی طرف تجارت کو گیا تھا۔ وہاں سے قصہ اسفندریار اور رستم کا خرید لایا تھا۔ اور مجمع قریش میں اسکو پڑھتا تھا سب لوگ شیفتہ اور فریفتہ ہو جاتے۔ مشرک مذکور لاف و گزاف سے کہنے لگا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قصہ عاد و ثمود و عظمت ملک سلیمانؑ اور داؤدؑ کی خبریں سناتے ہیں۔ تو میں بادشاہانِ عجم کے قصے اور ان کی مملکت کا بیان کرتا ہوں۔ اس کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس کی علت اور حرمتِ غنا سے متعلق واسطہ نہیں ہے۔ تفسیر میں تحریر ہے کہ لفظ سناتے ہیں۔

وَ قِیلَ کان یشتری النساء و تحملهن علی مباشرۃ من آراد الاسلام منه عنه۔

یعنی کہا گیا کہ نضر بن حارث لونڈیاں خرید کر لاتا تھا۔ اور جو شخص ارادہ اسلام لانے کا کرتا تھا۔ اس کے پاس ان لونڈیوں کو واسطے مباشرت کے بھیجتا تھا۔ اور اس ترکیب سے لوگوں کو اسلام لانے سے باز رکھتا تھا۔

تفسیر حقائق میں آیا ہے۔ ما شغل عن اللہ و مکرۃ سماعلیہ فھو الحدیث یعنی جو اللہ کے ماسواء میں مشغول کردے۔ یاد اور سماعت میں۔ پس وہ ھو الحدیث ہے۔ از روئے تفسیر بھی غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

ہم زور سے اپنے خاص انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے رہے۔ اور مولوی صاحب سناٹے میں بیٹھے رہے۔ ہم نے کہا۔ یہ ہے آپ کا اتقاء اور لوگوں کو راہِ راست دکھلانا۔ آپ اپنے نفسوں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بھی دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ بھی غور نہیں کرتے۔ کہ بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔

دعوئی آسمان کا کیا جاتا ہے۔ اور خبر زمین کی بھی نہیں۔ اور اس پر رہبر اسلام اور ہادیٔ دین ہونے کو دعوئی۔ مسلمانوں میں سوائے افتراق پیدا کرنے اور عقائد خراب کرنے کے آپ صاحبان نے اور کیا کام کیا ہے۔

مقام خواجہ برتر از گمان است

بروں از حد تقریر و بیان است

مولوی صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے۔ اور خاموش۔ کہنے لگے۔ کہ صوبیدار صاحب کیا اندر ہیں۔ فوراً اُٹھے اور چلے گئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا۔ کہ اس واقعہ سے ایک پہلو مسئلہ سماع کا نمایاں ہو گیا ہے۔ اسطرح مختلف اوقات میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ہم وہ سنائیں گے۔ تمہاری کافی تسلی ہو جائے گی

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ

اللہ جسے چاہتے ہیں۔ صراطِ مستقیم کی ہدائت دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین کے اعمال اور افعال کو لھو الحدیث سے مشابہت دینا ان لوگوں کا ادنےٰ کام ہے۔ بغیر سوچے سمجھے جو جی میں آیا۔ کہہ دیا۔

قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ دوسرے روز مولوی صاحب پھر تشریف لائے۔ کل کی شرمندگی کا کچھ اثر موجود نہ تھا۔ بلکہ کچھ شگفتہ نظر آتے تھے۔ ایسا قیاس معلوم ہوتا تھا۔ کہ کل غیر متوقع مسئلہ سماع سامنے آ گیا تھا۔ آج شب کو تیاری کر لی ہے۔ اور مناظرہ کے لئے باقاعدہ تیار نظر آتے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگے۔ جس مسئلہ میں میرے اور آپ کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ ابھی مسئلہ تشنہ رہ گیا ہے۔ اور تبادلہ خیالات ہو جائے۔ تو مناسب ہے تاکہ مسئلہ پر کافی روشنی پڑ جائے ہم نے کہا اچھا مولوی صاحب آج کیا لائے ہیں۔ فرمایئے کہنے لگے کہ قرآن پاک میں آیات ہیں جو حرمت غنا پر وال ہیں اور ان سے اس کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً۔

اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ

یعنی اس حدیث سے یعنی قرآن سے تعجب کرتے ہو اور از روئے انکار اور ہنستے ہو۔ تم از روئے استہزا کے اور نہیں روتے ہو۔ تم خوف وعید سے اور

نم بازی کرنے والو۔ حضرت صامدون مشتق ہے۔ سود سے جو بمعنی غنا کے ہے۔
پس اس آیت سے غنا مطلق حرام ہوا۔ اب تو کچھ شبہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ
پ کو کہنا ہے۔ کہہ دیجئے۔ ہم سب کا جواب ایک ساتھ دیں گے۔ کہنے لگے نہیں نہیں
یک ایک طے ہو جائے تو بہتر ہے۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا۔
سنو! جس آیت شریف کو تم نے پیش کیا ہے، یہ بھی دجل و فریب ہے
دراسی کو تحریف معنوی کہتے ہیں۔ یہ چیز تاویل سے بھی گزر گئی ہے۔ یہ آیات
متشابہات میں سے بھی نہیں جس کے دو معنی کئے جا سکیں۔ اس آیت سے پہلے
مد تعالیٰ نے قوم عاد اور ثمود اور قوم نوح کے بربادی کے حالات فرمائے ہیں۔
اس سے آگے موجودہ لوگوں کو مخاطب فرمائے ہیں کہ وہ گھڑی آن پہنچی ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں۔ یہ آیت کا ترجمہ بجنسہٖ ہم نے
ے دیا ہے۔ اب آیت زیر بحث پہ غور کرو کہ فرماتے ہیں تو کیا تم اس بات سے
تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو تم غافل ہو۔ لفظ صامدون کے
معنی بیضاوی نے لہو مستکبرون کے لکھے ہیں۔ یعنی غافل اور سر اٹھائے ہوئے اور
ہا ہے۔ یہ مشتق ہے صمد البعیر فی سیرہ اذا رفع اللہ اس کو غنا سے کیا مطلب
ر مناسبت ہے۔ اگر صامدون کو صمد سے بمعنی غنا ہے۔ فرض بھی کر لیں تو یہ مطلب
ہو گا جیسا آپ نے بیان کیا ہے۔ سرود بہ نیت باز رکھنے سماعت قرآن سے ممنوع یا مکروہ
ہے۔ تو یہ بھی ہمارے مخالف نہیں ہے۔ اس واسطے ہے کہ ایک سبب ہو گا۔
سباب منکرہ سے کہ وہ بالاتفاق حرام ہے۔ پس اس آیت سے بھی آپ کا مدعا پورا
ہوا اور دلالت حرام پوری نہ ہوئی مطلقاً غنا کے لئے خصوصاً اس غنا پہ جو بذکر
خرت اور شوق دیدار الٰہی ہو۔ یہ ہے آپ کا سرمایہ اور ذخیرہ علم سے

ترسم کہ نہ رسی بہ کعبہ اعرابی
این راہ تو میروی بہ ترکستان است

اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ نہ پہنچے گا اس لئے کہ جس راہ پر چل رہا ہے یہ راہ ترکستان کو جارہی ہے کہئے۔ کچھ اور ہے۔ تو وہ بھی لائیے۔ مولوی صاحب کہنے لگے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں آیا ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا

یعنی بہکا جس کو تو بہکا سکے۔ اس میں سے اپنی آواز سے اور کھینچ لا اوپر ان کے اپنے سواروں اور پیادوں کو شریک بن ان کا بیچ ان کے مالوں اور ان کی اولاد کے اور وعدہ دے۔ ان کو اور نہیں ہے۔ وعدہ دینا شیطان کا ان کو مگر فریب دیکھئے آیت شریف میں لفظ صوت آیا ہے۔ اور صوت شیطان سے مراد ہے۔ مزامیر اور غنا اور اسی سے استدلال کیا جاتا ہے۔

ہم نے کہا اب آپ تاویلوں کی کھینچ تان پر اتر آئے۔ یہ آپ کی غلطی ہے صوت سے مراد آواز اور شمول اس کا ساتھ وسوسہ اور فساد کے لیا گیا ہے۔ اگر صوت سے غنا مراد لیا جائے تو یقیناً غنا محرم مراد ہوگا۔ بمقتضائے مقام کے یہاں طریقہ گمراہی شیطان کا ہے۔ غنا مطلق کی حرمت کب اس آیت سے استدلال کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ شیطان جس راستے بھی چاہے انسان کو بہکائے۔ اپنی جماعت سے اور اپنے اموں سے و انصار سے ڈراتے یہ سب دھوکہ ہے۔ وہ انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان آیات سے کس طرح سے غنا مطلق پر تحریم کا استدلال لانا صحیح ہے۔ ہم نے کہا کچھ اور ہے تو لاؤ۔ آج آپ کی سب باتوں میں دلجمی اور تسکین ہو جائے تو مناسب ہے۔ مولوی صاحب نے فوراً

بیت شریف پیش کی!

وَمَا کَانَ صَلوٰتُہُم عِندَ البَیتِ اِلَّا مُکَاءً وَّ تَصدِیَۃً ط

(اور نہیں ہے نماز ان کی نزدیک خانہ کعبہ کے مگر سیٹی بجانا تالی بجانا۔ سنئے
ہر گاہ تالی بجانا ممنوع ہوا پس اس سے غنا خالی نہیں ہوتا۔ بطریق اولیٰ ممنوع ہے
اب کیا شبہ باقی رہا) یہ آیت سورہ انفال کی سپارہ ۹ رکوع ۴ میں ہے۔

ہم نے کہا مولوی صاحب آپ کا استدلال عجب رنگ میں ہوتا ہے۔ یہ آیت
یک مخصوص وقت اور خاص لوگوں کے اعمال پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مشرک حج کے وقت ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔
سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ یہ آیات اور ان کے افعال کے طرف ہیں جو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے کرتے تھے۔ ان
کی عبادت صرف اسی پر موقوف رہ گئی تھی کہ سیٹیاں اور تالیاں بجا کر دوسروں
کی عبادت میں مخل ہوں۔ سید امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ ان کی دعا یا نماز صرف
اس قدر ہے اور کچھ حقیقت نہیں کہ جیسے سیٹیاں بجانا یا تالیاں بجانا یعنی بے معنی
حرکت آپ کا عجیب معاملہ ہے۔ ممانعت دستک زنی اور صفیر سے ایک مقام خاص
پر یہ ضرور نہیں کہ سب وقت سب جگہ یہ امر ممنوع ہو چنانچہ دستک زنی عورت
کا جو خارج نماز سے ہرگز درست نہیں ہے مگر عین نماز میں اگر اس کو ضرورت
پڑے تو جائز ہے۔ اس طرح سے دستک زنی کرے کہ ہتھیلی ایک ہاتھ کو
پر دوسرے ہاتھ کے مارے۔ ایسا ہی شیخ محمد نوویؒ نے اس تفسیر میں لکھا ہے۔

والاستدلال ان المتقدمین ممنوع والقفا والتحلیق العرنۃ فاسدٌ
فان من منع شیءٍ فی حالۃ مخصوصۃ لا یلتزم منعہٗ فی سائر الاوقات
والمقامات ولھٰذہ یجوز للمراۃ فی الصلوٰۃ ضرب الرحمن علی ظہر
کفھا او نابھا بی ولا یجوز فی غیرھا لما کان الست مخطماً

او اطواف بہ صلوٰۃ وسلم عن ذالک ط
پس مدعی حرمت غناکے مطلق کو واجب ہے کہ ایسی آیات پیش کریں کہ جس سے غنا مطلق کی حرمت ثابت ہو۔ کون انصاف ہے کہ مشرکین کے افعال کو کفار کے اقوال کو بزرگان برحق کے افعال اور کردار سے تطبیق کر کے اپنے مطلب کو نکالنا تھا یہ انتہائی ہٹ دھری ہے جس سے ایمان میں تزلزل پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ آپ کی طرح ہم بھی چاہیں تو غنا کا وجوب اور حرمت قرآن پاک سے پیش کر سکتے ہیں۔ غور کرو آپ نقصان کے لئے استدلال لائے ہیں۔ ہم فائدہ کے لئے۔ آپ بزرگانِ دین کے مخالف ہیں، ہم بزرگانِ دین کے موافقت میں ہیں سنو ا۔

اِذَ سمعُوما اُنزلَ الی الرسُول تریٰ اعینھم تفیض من الاسلام بما عرفوا من الحق ط

(ترجمہ:۔ یعنی جب کہ سنتے ہیں اس کو جو نازل ہوا۔ رسول کی طرف۔ کیا دیکھتے نہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے)

غنا کسی زبان اور بولی سے مقید نہیں ہے۔ عربی، فارسی، اردو سب طرح پہ ہے۔ آنکھوں سے آنسو نکلنا بھی نشان غنا ہے۔ اور معرفت اسی سے نصیب ہوتی ہے۔ یہ باتیں آپ کی سمجھ اور ادراک سے باہر ہیں۔ خداوند تعالےٰ ایسی سمجھ اور فراست عطا فرما دیں۔

وَ اللہُ یَختصُّ من رحمتہٖ مَن یشاءُ اللہ ۔

اللہ جسے مخصوص کر لیں۔

حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب شب کو پھر تشریف لائے کہنے لگے۔ مسئلہ سماع تسلیم ہے۔ لیکن مزامیر کے حرام ہونے میں شبہ نہیں ہے

مزامیر کی شرکت سے سماع بھی ناجائز ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ سبب منکرہ موجود جائز میں جب ایسا سبب مشترک ہوجائے کہ جس سے انکار ثابت ہو جائز بھی ناجائز ہوجاتا ہے۔ ہم نے کہا مولوی صاحب آپ مزامیر تک آگئے ہیں تو سنئے :۔

اللّھو فی القاموس لھالھو ط

بازی کردن ولعب بازی کردن ۔ المعارف آلات اللھو۔ معرف بکر ھم وسکون عین آزاد جس کے معنی می شود و دیگر آنکہ صوت نشنوید ۔ اندریں ہر دو اصل نوائد است وآلات از آنچہ شنیدند واصوات غنیاں ۔ آں معنی باشد کہ اندر مردم مرتکب بود اگر حق حق بود واگر باطل باطل کسے راکہ مایہ طبع فساد بود آنچہ بشنود ہمہ فساد باشد ۔ چنانچہ در تفسیر وارد :۔

سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۔

عوارف | حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف میں فرماتے ہیں ۔ یہ سماع ہے ۔ حقانیت پر سب متفق ہیں اور مخالف نہیں ہیں ۔ اس تقریر کے بعد ہم نے مولوی صاحبؒ سے کہا کہ مولوی صاحب سمجھ میں آیا کہ سماع کیا ہے ۔ اور غنا کیا ہے ۔ یہ فعل متشبہ بہ کفار ہے ۔ بدعت ہے ۔ ہمیں افسوس ہے ۔ کہ آپ صاحبان اس بات پر بحث کرتے ہیں جس سے واقف نہیں وہ باتیں کرتے ہیں جس سے تعلق نہیں معمولی معمولی کتابوں میں بغیر تحقیق اور تفتیش کے مسائل درج کر دیئے اور مسلمانوں میں اشاعت شروع کر دی ۔ اس سے احتیاط لازم ہے ۔ ورنہ جو حکم آپ دوسروں پر لگاتے ہیں ۔ وہی حکم عدم ثبوت اور لغو بیان ہونے کی وجہ سے

آپ پر لگ جائے گا۔ اور آپ اس کے مورد ٹھہریں گے۔ مولوی صاحب خاموش تھے۔ اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آخر بولے کہ ہم لوگوں کی غلطی ہے اور عدم واقفیت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ لیکن احادیث میں بھی اس کی حرمت آئی ہے۔ ہم نے کہا ذرا احادیث پیش کیجئے۔ مولوی صاحب نے حدیث شریف پڑھی :۔

یا عائشۃ اتعرفین ھذہ فقالت لا یا نبی اللہ قال ھذہ مغنیۃ بنی فلان اتحبین ان تغنیک فغنتھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد نفخ الشیطان منخرتیھا (رواہ النسائی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے عائشہ کیا تم اس عورت کو جانتی ہو۔ انھوں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نہیں جانتی۔ فرمایا یہ عورت مغنیہ فلاں قوم کی ہے۔ کیا تم پسند کرتی ہو کہ یہ تمہیں گانا سنائے۔ پس بپاس خاطر حضرت عائشہ رض اس عورت نے گایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا دم کیا شیطان نے اس کے نتھنوں میں۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ حضرت خیال فرمائیے۔ گانے والی کے لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کے نتھنوں میں شیطان نے دم کر دیا ہے۔ یعنی شیطان اس پر سوار ہے۔ یہ ہے حرمت گناہ کی۔

ہم نے کہا آپ نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ نفخ شیطان سے کنایہ ہے اس بات پر گانے کے وقت کمال خوشی اور سرور سے غرور و تکبر نفس سے وہ اتراتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت بوقت پڑھنے قرآن شریف و ذکر تسبیح کے بھی اگر عارض ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من نفخہ و نفثہ و ھمزہ

اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے نفخ کی تفسیر تکبیر فرمائی ہے (رواہ البخاری) اگر یہ جملہ آخر حرمت غنا پر دلالت کرے تو صدہا حدیث کے

منافی ہوگا۔ اس واسطے کہ اس سے حلت ثابت ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قصداً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، کو مغنیہ کے حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو غنا اس کو سنوایا۔

فتنبہ ولا تکن عن الغافلین

پس آگاہ ہو جاؤ اور غافلین سے نہ ہو جاؤ

ہم نے کہا مولوی صاحب عربی دانی مسائل کے اجتہاد کے لئے کافی نہیں ہے۔ اللہ کی رحمت اور اس کی وہبیت جب تک کارفرمائی نہ کریں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خلاف ہی سمجھ میں آتا ہے اور صداقت تک نظر نہیں جاتی۔ شعر ؎

آب نیل است ولقبطی خون نمود
قوم موسیٰ را نہ خون بود آب بود

آب نیل قبطیوں کے لئے خون تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ پانی تھا۔ خون نہ تھا۔ مولوی صاحب نے کہا ایک حدیث شریف اس سے بھی زیادہ واضح اور صاف ہے اسے بھی تو ملاحظہ فرمائیے:۔

عن بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لما رجع بعض مغازیہ جائت جاریۃ سوداء فقالت یارسول انی کنت و نذرت ان ردت سالما ان اضرب بین یدیک بالدف والغنی فقال لھا ان کنت نذرت فاضربی الا فلا فجعلت تضرب ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ فالقت الدف تحت استھا وقعدت علیہ فقال رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الشیطان لیخاف منک یا عمرانی جالسا وھی تضرب و ثم دخل ابوبکر و تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب ولما دخلت انت یا عمر القت الدف

اردا ہ ترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب۔

یعنی بریدہ بن الحبیب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے جس وقت مراجعت فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض مغازی سے ایک لونڈی سیاہ فام آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ تحقیق میں نے نذر کی تھی اگر آپ کی صحیح ؟ معنی کہ ان کی دعا و توجہ کی مدد سے ہمارے حال پر رحم اور ہماری مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سادات صوفیہ۔ دعوت صالحہ اور ان کی برکات ہم پر اعادہ فرمائیے آمین۔

مولوی صاحب کہنے لگے آپ جیسے بزرگ بھی ان بدعات میں مبتلاء ہیں کہ اسلام جن کو مٹانے کے لئے آیا۔ غیر مسلموں کی طرح جب مسلمان اس میں مبتلا رہیں گے تو ان میں اور مسلمانوں میں کیا فرق ہوا۔ یہ کفار کی رسمیں مسلمانوں نے اختیار کر لی ہیں۔

تشبہ بقوم فھو منھم۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ایسی رسومات اور بدعات سے علماء نے روکا ہے۔ اور اسلام میں ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائیں اور گمراہیوں سے دور رکھیں۔ مولوی صاحب جب یہ کہہ چکے تو ہم نے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے مسئلہ کی تحقیق کیے بغیر لاف و گذاف شروع کر دی۔ اور جو حکم آپ لگا سکتے تھے لگا دیئے۔ یہ پرہیزگاری اور اتقاء کے خلاف ہے۔ انسان جس چیز سے واقف نہ ہو۔ اس میں سکوت اختیار کرے نہ یہ کہ تکفیر بازی پر اتر آئے۔ یہ بھی آپ نے خیال نہ کیا کہ زد کہاں تک پہنچتی ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ یہ کہاں تک درست اور جائز ہے۔ سنیئے سماع کس کو کہتے ہیں۔ سماع کے لغوی سننے کے ہیں۔ اصطلاح میں حسن صوت اور کلام موزوں سے مراد ہے کہ جس

سے سرور حاصل ہو اور سننا قول جمیل کا ساتھ بھلی آواز کے اور غنا کے معنی آواز طرب دہندہ کے ہیں جسے سرور کہتے ہیں۔ قاموس میں آیا ہے۔ الغناء ککسر من الصوت ماطرب بہ۔ یعنی غرض غنا کے تحریک اور ترجیع آواز ساتھ الحاق کے ہیں۔ پس اس تقریر پر غنا اور سماع میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اس کے موافق اختلاف طبع و تفاوت سننے والوں کے مختلف ہوتی ہے۔ اگر اہل دہوس سنے تو صرف حظ نفس اور انبساط خاطران کو منظور رہتی ہے۔ اور صاحب دامن گرفتہ ال اللہ ہیں۔ ان کے لئے سماع موجب اور ذریعہ حصول الی اللہ کا ہوتا ہے حضرت مولانا سماع صوت احسن اور کلام موزوں سننے کے لئے کہیں ممانعت نہیں ہے بلکہ باعتبار قیاس یا اعتبار نص منشاء اس کا حلال پایا جاتا ہے۔ قیاس تو یہ ہے کہ انسان کے لئے عقل اور پانچ حواس اللہ تعالےٰ نے بنائے ہیں۔ قوت کاسامعہ باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ ہر ایک انسان ان سے باعتبار ادراک کے خوش یا متنفر ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ یہ اس کی جبلی فطرت ہے۔ مثلاً قوت سامعہ انسان کو آواز خوش کے سننے سے خوشی اور کریہہ آواز کے سننے سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی قوت باصرہ ہے کہ انسان اس کے ذریعے سے صوت جمیل اور نیک کو پسند کرتا ہے۔ اور بدصورت کو ناپسند کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر حواس کا بھی یہی خاصہ ہے۔ پس حسن صوت خوش آواز خواہ انسان کے گلے سے نکلے یا حیوانات اور جمادات کی صدا سے ہو اس کے سننے کے لئے قوتِ سامعہ بہت خوش اور راغب ہوتی ہے اور باعتبار نص کے جوابا حت صوت حسن کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اللہ تعالےٰ احسانا فرماتے ہیں۔

یزید فی الخلق مایشاء۔ مفسروں نے خلق سے صوت حسن مراد لی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا! اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ یعنی بدترین اور ناخوش آوازوں میں سے البتہ گدھے کی آواز ہے۔ پس حسن صوت جو مقابل کریہہ آواز کے ہے، مدح اس کی قرآن پاک سے ثابت ہے۔ علیٰ ھٰذا آواز بلبل یا خوش آواز جانوروں کی آواز سننے کی کہیں ممانعت نہیں ہے۔ اور جب کوئی آواز اجسام سے باختیار آدمی برآمد ہو جیسے دف و طبل وغیرہ سے نکلتی ہے۔ تو وہ کیسے حرام ٹھہرائی جا سکتی ہے۔ مگر وہ آلات جن میں حرمت بواسطہ اس کے غیر کے شارع سے پائی جاوے۔ البتہ حرام ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ۔ یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔ باب ختم القرآن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَغَنُّوْا بِهٖ یعنی سیکھا قرآن کو اور اس کے ساتھ غنا کرو۔ حضرت ابو موسیٰ کی مدح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَقَدْ اُوْتِیَ اَبُوْمُوْسٰی مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ علم تجوید اوائے حروف و الفاظ و حرکات و سکنات خود با اصول غنا ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے۔ اگر قرآن شریف بے تکلف بلا تصنع تزئین کے ساتھ پڑھا جاتے۔ محمود ہے۔ اجلّہ علماء حنفیہ متقدمین سے مخدوم علی ابن عثمان نے کشف المحجوب میں اور متاخرین سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے مدارج النبوۃ میں اس مسئلہ خاص پر تحریر کیا ہے۔ واسطے آگاہی ناواقفین کے مشتے نمونہ از خروارے درج کیا جاتا ہے۔

بدانکہ سماع را اندر طبائع حکماء مختلف است ہم چنانکہ ارادت ایذو دلہا مختلف است وستم باشد کہ کسے آنرا بریک حکم قطع کندہ وجملہ مستماں بردو گروہ اند

تیسرے یہ کہ اختلافات متقدمین و متاخرین فقہاء و علماء علت اور حرمت انواع معازف و مزامیر میں برہان قاطع ہے۔ اس بات پر کہ کوئی نص صحیح اس کے متعلق

حرمت میں ثابت نہیں ہے۔ جس کی حرمت نص قطعی قرآن یا احادیث سے ثابت ہوتی ہو اس کی تمام انواع اور افراد کے لئے حرمت متفق علیہ۔ تمام مجتہدین کے نزدیک ہوتی ہے۔ مثل زنا، قصد قتل و اکل میتہ ہر گاہ حسب روایات فقہاء علّت اور حرمت اقسام مزامیر میں اختلاف کا واقع ہونا ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی نص قطعی حرمت مطلق یا جنس مزامیر میں وارد نہیں ہوئی۔ اس وقت میں مزامیر مختلف فیہ پائے گئے۔ انکار وار تکاب امر مختلف فیہ میں نہ فاسق ہے اور نہ مستحل اس کا کافر ہوتا ہے۔ فتویٰ فوائد میں مروی ہے کہ امام عین الدینؒ سے استفتاء کیا گیا۔ اس سماع کے متعلق کہ جیسا ہمارے زمانہ میں مع آلات کے ہوتا ہے انہوں نے کہا مباح ہے اور فرمایا کہ مجتہد العصر امام فخر الدین رازیؒ نے کہ مزامیر کے موجد ہیں آواز موزوں کے لئے بہ نظر ذات اپنی کے مباح ہے۔ اور فرمایا کہ مزامیر میں حرمت بوجہ دوسری علّت کے ہے جو اس کو عارض ہوئی ہے اور وہ یاد دلانا شراب خوری کو جیسا کہ روایت کیا ثقافت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب حرام کی گئی۔ شراب حرام کئے گئے۔ مزامیر کہ وقت شراب خوری کے بجاتے تھے اس کا بجانا حرام کیا گیا۔ بوجہ یاد دلانے خمر کے پس مزامیر قبیح ٹھہرائے گئے۔ نہ یہ کہ فی الاصل حرام ہیں۔ جب سبب زائل ہو گیا، حرمت باقی نہ رہی۔ واللہ یعلم بحقیقت الحال۔ اسی واسطے بجانا دف لڑائیوں اور شادی میں بجانا قبیح یعنی چھاپکہ کا مباح ہوا۔ کیونکہ بوجہ متغیّر ہونے علّت کے حکم بھی متغیّر ہو جاتا ہے۔ ہر گاہ نفس منزّہ ہوتا ہے۔ آواز ذکی یعنی پاک کے ساتھ تو وہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ واسطے مشاہدہ اللہ کے۔ پس آواز مزامیر کی نفس کو کدورت سے صاف کرنے والی ہے۔ اسفل سے اعلیٰ کی طرف ترقی دیتی ہے۔ آواز احسن باعث قوّت ارواح ہے اور عالم ملکوت سے متعلّق ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ظروف شراب اور مزامیر میں حرمت عارضی ہے۔ ذاتی نہیں ہے۔ ایسا ہی فتویٰ ابراہیم شاہی اور فتاویٰ غوثیہ میں مرقوم ہے۔ فرمایا حضرت امام غزالیؒ نے ممانعت مزامیر اور تارہ کی تین وجہ سے ہے۔ اولاً ابتداء اسلام میں مزامیر کی آواز میں شراب خوری کی داعی ہوتی تھیں۔ جب شراب حرام ہوئی۔ مزامیر بھی حرام کر دیئے گئے۔ دوسرے وقت شراب خوری کے جو مزامیر بجائے جاتے تھے۔ شوق شراب میں زیادتی کا سبب ہوتے تھے۔ لوگ شراب خوری اور فسق میں زیادہ اقدام کرتے تھے۔ تیسرے یہ ہے کہ اجتماع اور جماؤ کرنے کے واسطے فسق اور شراب خواہی کے یہی مزامیر تھے۔ لہذا مسلمانوں کو منع کیا گیا کہ تشبّہ کفار نہ کریں۔ پس حال علت اول اور باقی کا بلا تفاوت حال حرمت ظروف شراب کے مطابق ہے۔ تا وقت کہ حرمت شراب مسلمانوں کے ذہن میں مستقیم ہو گئی تو حرمت رفع ہو گئی۔

جواز سماع

اچھا۔ اب سنئے فقہاء میں سے علامہ شامی رحمۃ اللہ کا قول سناتے ہیں۔ در مختار جلد خامس صفحہ ۲۲۳ میں جواز سماع کے متعلق لکھا ہے۔ ان آلات پر حکم حرمت لہو لعب کا جاری نہ ہو گا کہ جن آلات پر حضرات صوفیا نے گانا سنا ہے

وَ ھذا یفید ان آلۃ اللھو محرمۃ بعینہا بل مقصد اللھو
منھا اما من سامعھا او من المشتغل بھا وبہ تشعر الاضافۃ
الا تری ان ضرب تلک الالۃ بعینھا حل تارۃ وحرم
اخری باختلاف النیۃ والامور بمقاصدہ وفیہ
دلیل لسادتنا الصوفیۃ الذین یقصدون بسماعھا امورا

هم اللم بها فلا یبادر المعرض بالانکار کن لا یحرم برکتهم مانهم السادة الاصفیاء الله تعالی امدادتهم ورعاد علینا من صالح دعواتهم وبرکاتهم"

درمختار کی یہ عبارت (جونوبت نقارہ بجانے کے متعلق ہے۔) یہ فائیدہ دیتی ہے بیشک کوئی آلہ لہو بذاتہٖ حرام نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت حرام ہوگا جبکہ وہ قصد لہو کے ساتھ ہو اور قصد لہو کی تعین (کہ آیا لہو ہے یا نہیں) یا سامع کے اعتبار سے ہوگی یا بجانے والے کے اعتبار سے اور عبارت ان اللھو لیت محرمتہ میں اضافت لفظ آلہ کی جو لھو کے طرف ہے۔ یہ اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اگر قصد لہو ہو تو حرام ہوگا۔ نیز یہ کہ ہر آلہ آلہ لہو نہیں ہے (اسی لئے تو آلہ پر لہو کی اضافت کی گئی ہے۔)

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعینہٖ ان آلات کا بجانا حسب اختلاف نیت کبھی حرام ہے کبھی حلال اور افعال کا حکم نیت کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسی نیت ویسا حکم اس میں ہمارے سادات صوفیاء کے لئے دلیل ہے۔ جو ان آلات کے ساتھ گانا سننے سے امورِ خیر کا قصد کرتے ہیں۔ اور ان امور کے مقصد کو وہی جانتے ہیں جو سادات صوفیاء سے ہیں کہ ان کا سماع کس مقصد کے لئے ہے۔ پس سادات صوفیاء کے سماع کے انکار پر معترض کو لازم ہے کہ جلدی نہ کرے تاکہ انکار و مخالفت اہل اللہ کی شامت میں گرفتار اور ان حضرات صوفیاء کرام کی برکت سے محروم نہ ہو اور وہ سادات اختیار ہیں کہ پوشیدہ نبود، بادیۂ شب دمیتی آواز باد تیتر آمدہ۔ یہ ناموس المزمار مشتق ہے۔ زمیر سے ذکر۔ بزم زمرا تورعت نے زاہرہ ان نے نوازیہ معنی یہ لغوی الفاظ کے ہیں۔ مگر عرف عام میں لہو ولعب دونوں کے معنی میں مشہور ہیں۔ لیکن محققین نے ایک فرق دقیق دونوں میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس کے ارتکاب میں کوئی غایت مقصود ہو۔ جیساکہ پاس خاطر تفریح طبع سبط دل اس کو

لہو کہتے ہیں۔ جیساکہ جانوروں کا پالنا گنجیفہ نرد وغیرہ کھیلنا اور جو چیز ایسی ہو کہ اس کے ارتکاب میں کوئی غایت ملحوظ نہ ہو اور بغیر تصور اور مقصود کے اس کے ساتھ شامل کر دیں۔ اس کو لعب کہتے ہیں۔

شرع شریف میں لہو ولعب کے لیے ایک حکم نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کے لئے حسب حیثیت و اعتبار و بلحاظ اس کی غایت کے احکام مختلف ہیں علیٰ ہذا القیاس

مزامیر

مزامیر و معارف عرف عام میں بمعنی ساز و آلات غنا مشہور ہے۔ لیکن اہل تحقیق کہتے ہیں مزامیر وہ چیز ہے جو منہ سے بجائی جائے۔ جیسے نے۔ بانسری۔ سرنائی۔ ہرنائی وغیرہ اور معارف وہ جو ہاتھ سے بجائی جائے۔ مانند دف۔ طبل۔ عود۔ سلماء۔ تار وغیرہ۔ اب مزامیر اور معارف کے لئے ایک حکم شرع نہیں ہے۔ علی الاطلاق سب معارف اور مزامیر کو حرام کہنا جہالت اور سفاہت ہے۔ علماء محققین نے بعض کو مستحب اور مسنون کہا ہے اور بعض کو حرام کہا ہے اور بعض میں سکوت کیا ہے۔ ہر ایک کی تفصیل آگے آتی ہے چونکہ معارف و مزامیر عرف عام میں بمعنی ساز و آلۂ غنا کے شہرت رکھتے ہیں مگر اہل شرع کے عرف میں حدود معارف و مزامیر اور تار میں اختلاف ہے۔ اس واسطے حکم بھی ان کے مختلف ہیں۔

یہ بیان کرنا کہ یہ ساز بسائط سے ہے۔ یا مرکب ہے اور کس نے اس کو ایجاد کیا اور کب ایجاد ہوا اور فائدہ اس کا کیا ہے۔ اس کا ذمہ اہل موسیقی پہ ہے مگر جن میں اہل شرع نے گفتگو کی ہے۔ وہ مزامیر از روئے عقل چار قسم پہ ہیں۔ ایک وہ تار رکھتا ہو۔ رودہ یا ریشم خواہ آہنی یا برنجی جیسے کہ بین و تنبورہ۔ رُباب وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ تار نہ رکھتا ہو۔ چمڑے سے ایک طرف مڈھا ہو یا دونوں سے مثل نقارہ

طبلہ۔ طبل۔ مردنگ اور دف وغیرہ تیسرے یہ کہ تار و چمڑہ دونوں رکھتا ہو۔ دو سانہ کو ملا کر بجائیں اور وہ مجوف ہو اس کے اندر کوئی چیز ڈالیں کہ اس کی حرکت سے آواز دے۔ مثل جھانجھ۔ مجیرہ گھونگھرو گھنٹہ یا اس کے اندر اہل صنعت ایسی چیز ڈالیں کہ اس کی تھوڑی حرکت سے بوسیلہ آلات و لبعزائے اندرونی کے خود بخود آواز دے جیسے ارغنوں جیسے ارغن کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ دم کی کشش سے منہ سے بجائیں۔ مثلاً نے۔ شبابہ۔ سرنائی۔ قرنائی وغیرہ۔

مولوی صاحب اب فرمایئے کہ آیا آپ ہر چہار قسم کے مزامیر کو علی الاطلاق حرام اور گناہ کبیرہ کہتے ہیں یا بعض قسم کو بالعموم الانواع و مخصوص افراد کے ہر دو صورت میں تین وجہ سے منع ہونے کی آپ کے قول پر وارد ہو سکتی ہے۔ اولاً یہ ہے کہ تعریف کبیرہ کی اس پر صادق نہیں آتی۔ اس واسطے کہ کبیرہ وہ ہے کہ حرمت اس کی دلیل قطعی سے جس میں شبہہ نہ ہو ثابت ہو اور ایسی نص حرمت مطلق مزامیر یا اسکی جنس مخصوص ہیں۔ جنس مخصوص نہیں غیر مسلم ہے۔ ہاں بعض احادیث صحاح میں مزمت غنا و معارف بشمول حرمت مزامیر وغیرہ شعار جاہلیت کے آئی ہے۔ مثلاً حرمت صنم۔؟ مزخت بخیر ودبا۔ برتن ہائے شراب لیکن حرمت عارضی ہے۔ ہر گاہ حرمت شراب بخوبی ثابت اور تحقیق ہوئی۔ احتیاج واسطے قلع قمع اس کے آثار اور علامت کے نہ رہی۔ حکم نہی مذکرات شراب کا بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ظروف شراب کی اباحت فقہاء و محدثین کے نزدیک مشہور و معروف ہے اور مزامیر مثل ظروف کے ہیں۔ حکم رفع میں داخل ہیں اور حرمت عارضی ہر چیز مباح الاصل بلکہ طاعت اور قربت میں عارضی ہوتی ہے۔ مثلاً نماز کے حالت جنب اور ناپاکی میں حرام ہوتی ہے اور سجدہ اوقات مکروہ میں حرام ہے۔ کھانا غذا اور دوا کا بہ نیت تحصیل قوت زناکاری کے حرام ہوتا ہے۔ باوجود اس کے حرمت کذائی اس کی بطریق مطلق نماز و سجدہ و غذا اور

دوا کے سرایت نہیں کرتی۔ دوسرے یہ کہ حکم کبیرہ اور حکم غنا و مزامیر میں بہت تفاوت ہے۔ کس واسطے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا موافق وعید کے مستحق عذاب عتاب کا ہوتا ہے اور جو شخص مرتکب مزامیر کا ہوتا ہے۔ اس کے لئے شرع میں بجز اس کے ؟ کہ لا تقبل سیارۂ لن متنا اور کوئی شہادت وارد نہیں ہوئی۔ اور بہت امور ہیں کہ ان کی وجہ سے سقوطِ عدالت شہادت سے ہوتا ہے۔ یعنی اس کے مرتکب کی شہادت قبول نہیں ہوتی اور کبائر میں شمار نہیں کئے گئے۔ مثلاً بھر سے شکم پہ ایک لقمہ زیادہ کھانا اور سر بازار کھانا اور راستہ میں پیشاب کرنا اور دیگر امور جیسے ہیں جن سے عدالت میں گواہ کی گواہی ساقط ہوتی ہے اور کچھ وعید واسطے عذاب و عتاب کے امور کے وارد ہیں۔

۳۹۔ نفس کُشی

جب نفس شریعت کی پیروی قبول کرے اور کوئی کام خلافِ شریعت سرزد نہ ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ نفس کشی ہو گئی۔ دراصل آپ کے حسنِ معاشرت کا اصل راز شریعت کی پابندی تھا۔

اور ترکِ دُنیا آپ کے نزدیک یہ نہیں کہ دُنیا کو چھوڑ کر اور امورِ دُنیا سے منہ موڑ کر ایک جگہ دھرنا دے کر بیٹھ جانا چاہیئے۔ آپ کے نزدیک ترکِ دُنیا یہ ہے۔ کہ دنیاداری نہایت ہوشیاری سے کی جاتے۔ اور اپنے ذمّہ فرائض سے بخوبی عہدہ برآ ہونا چاہیئے۔ دل کو محبتِ دُنیا سے الگ رکھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا:۔

" دست بکار و دل بیار "

مخلوق سے نفع و نقصان کی اُمید منقطع ہو گئی تو دُنیا ترک ہو گئی۔

---

۴۴ - فقیری کس طرح ملتی ہے ؟

فرمایا - " ہمارے مریدوں کو فقیری ہماری طرز اور روش اختیار کرنے سے ملے گی ۔ جو ہم کرتے ہیں - وہ کروگے تو فقیری ملے گی - ورنہ زمین و آسمان میں سر ٹپکنے سے بھی کچھ نہ ہوگا - فقیری فاقہ و ریاضت سے نہیں ملتی - اگر فاقہ سے فقیری ملتی تو غریب لوگ جنہیں کھانا میسر نہیں ہوتا سب فقیر ہوتے - اگر کپڑے نہ پہننے سے فقیری ملتی تو سب ننگے لوگ فقیر ہوجاتے - اگر جاگنے سے فقیری ملتی تو سب پہرے دار فقیر ہوجاتے "

فقیری کس طرح ملے گی - یہ ہم بتاتے ہیں ۔ جو ہم کرتے ہیں وہی کروگے تو فقیری ملے گی -

اتباع شیخ ضروری ہے

" نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ غفلت اور کاہلی پیدا ہو - نہ اتنا کم کھاؤ کہ ضعف اور ناتوانی پیدا ہو - نہ اتنا پھٹا پرانا کپڑا پہنو - کہ لوگ تم سے نفرت اور حقارت کریں - اگر کوئی تم سے حقارت کرے گا تو گنہگار ہوگا - نہ اتنا عمدہ کپڑا پہنو - کہ ہر وقت آرائش و زیبائش میں لگے رہو -

" کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے پابند رہو "

عرضِ مؤلف

میرے مرشدی و مولائی - انیس الغریبین سید الواصلین " امین العارفین " المخاطب بخطاب الغیبی - حضرت الشاہ محمد عبدالرؤف نیرؔ کے ہادی برحق اور

والدِ محترم سلطان العاشقین ۔ برہان الواصلین ۔ نور العلمین ۔ شمس المنورین ۔ سند العارفین رئیس العارفین ۔ مخدوم اربابِ شعور ۔ حبیبِ ربِّ غفور ۔ "تاج الاولیاءؒ" المخاطب بخطابِ الغیبی ۔ سیدنا و مولانا حضرت الشاہ **محمد عبد الشکورؒ** کے فرمودہ مسائل تصوّف نہایت آسان اور احسن طریقہ سے فیصلہ کُن انداز میں بیان کردہ تحریر کر دیئے ہیں جن میں بے چین رُوحوں کے لئے تسکین کا سامان شریعتِ اسلام کے متلاشیان اور شمعِ رسالت کے پروانوں کے لیے ارشاداتِ عالیہ کا ایک حسین مجموعہ ہے ۔ جو محض خلقِ خدا کے فیض کے لیے طبع کرایا گیا ہے ۔ تاکہ سرکارِ دو عالم کی رحمت کا وہ مخصوص حصّہ جو محض اولیاء اللہ کے لیے مخصوص ہے ۔ عام ہو کر مخلوقِ خدا کی فلاح کا ذریعہ بنے ۔

حضرت "تاج الاولیاءؒ" کے حالاتِ زندگی ۔ واقعات و کرامات اور فیوض و برکات کا تذکرہ آئندہ طبع ہونے والی کتاب **مقامِ تاج الاولیاءؒ** میں تحریر کروں گا ۔ جس میں ولادت باسعادت ۔ ابتدائی حالات ۔ منصبِ خلافت ۔ ریاضت و مجاہدۂ نفس ۔ حسنِ معاشرت ۔ مجاہدانہ سرگرمیاں ۔ فیضِ صحبت ۔ استغراق ۔ وفات حسرت آیات اور تصرفِ خاص بعد از وفات کا مفصّل ذکر ہوگا ۔ لیکن اس کے لیے مزید وقت درکار ہوگا کیونکہ میرے آقا و مولا ۔ مرشدی و مولائی "امین العارفین" حضرت الشاہ محمد عبد الرؤف نیّرؒ کے تصرفِ خاص اور توجہات کے بغیر اتنی بلند و بالا مقام ہستی کی سیرت و حالات پہ قلم اٹھانا ناممکن ہے ۔ این سعادت بزورِ بازو نیست ۔

موجودہ کتاب "**صراطِ مستقیم**" کے بعد اپنے مرشدی و مولائی کی سیرت پر مبنی تالیف سپردِ قلم کروں گا ۔ جس کا نام "**سیرت امین العارفین**" ہوگا ۔

اس کے بعد زندگی کی آخری خواہش بشرطِ زندگی تالیف "مقام تاج الاولیاءؒ" ہو گی۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

فقط بندۂ درگاہ

مختار احمد اعوان رومی شکوری قادری

اپنے مرشدی و مولائی " امین العارفین " سیدنا و مولانا الشاہ محمد عبدالرؤف برؒ کی چند نعتیں۔ منقبتیں اور غزلیات قارئین کے ذوق طبع کے لئے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد حضرت قبلہ " تاج الاولیاء " کے نور نظر اور سجادہ نشین کے مقام اور منزل کا بآسانی تعین ہو سکے گا۔

نوٹ:- حضرت قبلہ و کعبہ۔ مرشدی و مولائی کی نعتوں۔ منقبتوں اور غزلوں کے بعد قارئین اور اہل دل کے لیے (۷۰) محبت و سرور سے سرشار " متفرق اشعار " اور (۲۴۹) " اقوال زریں " جو مختلف قرآنی آیات۔ احادیث اور نامور علماء و فضلاء کے تحریر کردہ اقوال و اشعار کا بہترین مجموعہ ہیں۔ سپرد قلم کئے ہیں۔

آخر میں مسنون اور جامع دعائیں۔ دعائے استخارہ۔ خطبۂ نکاح اور خطبۂ جمعہ تحریر ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

نعت شریف

اے ماہِ عرب۔ اے ختمِ رُسل۔ اک جلوہ تمہارا کافی ہے
مُشتاقِ تجلّی کے حق میں اتنا ہی اشارہ کافی ہے

اِتنا جو سہارا مل جائے۔ اتنا ہی سہارہ کافی ہے
حضرت کی نگاہِ کامل کا ہلکا سا اشارہ کافی ہے

ہونے کو ہزاروں جلوے ہیں۔ کونین کی محفل میں لیکن
مجنونِ تجلّی کو ان کے بس اُن کا نظارہ کافی ہے

اِس در کی نوازش کے صدقے۔ اِس در کی گدائی ہے شِبلی
ہم کو تو فقط اے شاہِ اُمم۔ یہ دَر ہی تمہارا کافی ہے

دربارِ سخی میں حاضر ہوں۔ مجھ پر بھی کرم ہو جائے گا
تھوڑی سی توجہ بھی ہے بہت۔ ادنیٰ سا اشارہ کافی ہے

اِس چشمِ عطا کے میں قرباں ۔ اِک دردِ مکمل بخش دیا
دنیا سے طلب ہیں اے نیّرؔ جینے کا سہارا کافی ہے

نعت شریف

بھنور سے مجھے بھی نکالو محمدؐ بچالو ۔ بچالو ۔ بچالو محمدؐ
قدم ڈگمگانے لگے بحرِ غم میں سنبھالو ۔ سنبھالو ۔ سنبھالو محمدؐ

مجھے بھی سرِ حشر کملی میں اپنی چھپالو ۔ چھپالو ۔ چھپالو محمدؐ
بھکاری ہوں میں بھی مجھے اپنے در سے نہ ٹالو ۔ نہ ٹالو ۔ نہ ٹالو محمدؐ

کہیں آس پاس اپنے در کے مجھے بھی بسالو ۔ بسالو ۔ بسالو محمدؐ
بُرا ہوں، بگڑا ہوں ہوں آخر تمہارا بنھالو ۔ بنھالو ۔ بنھالو محمدؐ

درِ پاک پہ اپنے نیّرؔ کو جلدی
بُلالو ۔ بُلالو ۔ بُلالو محمدؐ

نعت شریف

آپ حق کے راز داں سُلطان ختم المرسلین
آپ بحرِ بیکراں، سُلطان ختم المرسلین
زینتِ ہر دو جہاں سُلطان ختم المرسلین
جلوۂ کون و مکاں سُلطان ختم المرسلین

آپ کا جو حکم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے
آپ ہیں سِرِّ نہاں سُلطان ختم المرسلین

حشر میں ہے آپ کے ہاتھوں گنہگاروں کی لاج
پردہ پوشِ این و آں سُلطان ختم المرسلین

آپ کے زیرِ نگیں ہیں۔آپ کے زیرِ قدم
یہ زمیں۔ وہ آسماں سلطان ختم المرسلین
بے سہاروں کے سہارے مالکِ دنیا و دیں
چارہ سازِ بے کساں سُلطان ختم المرسلین

آپ جیسا کون ہے۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں
آپ کا ثانی کہاں سلطان ختم المرسلین

ہو چکا روزِ ازل سے آپ کے در کا غلام
جائے گا نیر کہاں سلطان ختم المرسلین

منقبت

ہنگامِ رقم کیا کہنا۔ رفتارِ قلم کا کیا کہنا۔ تحریرِ اہم کا کیا کہنا۔ تقدیرِ اُمم کا کیا کہنا
بس انکے کرم کا کیا کہنا۔ بس اُن کے کرم کا کیا کہنا۔

پُر نور بقا کے ہیں صدقے۔ تنویرِ ادا کے ہیں صدقے۔ تعلیم رضا کے ہیں صدقے۔ مرشد کی عطا کے
بس اُن کے کرم کا کیا کہنا۔ بس ان کے کرم کا کیا کہنا

طوفان کا خطرہ باطل ہے۔ ہر موج بشکلِ ساحل ہے۔ دِل محو یقین کامل ہے۔ کشتی کو کنارہ حاصل
بس انکے کرم کا کیا کہنا۔ بس انکے کرم کا کیا کہنا

تھی اک نظر کتنی کامل۔ دُنیا میں ہوئی عقبےٰ حاصل۔ آسان بنا دی ہر مشکل۔ نیر کو ملا ہے در دِ
بس اُنکے کرم کا کیا کہنا۔ بس انکے کرم کا کیا کہنا

منقبت

اُٹھو اپنا دامن مُرادوں سے بھر لو — کُھلا ہے وہ بابِ سخائے نتکوری
قیامت میں وہ بخشے جائیںگے سارے — اٹھیں گے جو زیرِ لوائے نتکوری
کٹی زندگی اپنی بے فکریوں میں — ملیں راحتیں زیرِ پائے نتکوری
نگاہوں کا مرکز لقائے نتکوری — دلوں کی تمنّا ضیائے نتکوری
میری دسترس کا مقدّر تو دیکھو — میرے ہاتھ میں ہے ردائے نتکوری
کہاں سے کہاں اہلِ دل سُن رہے ہیں — بہت دُور رس ہے نوائے نتکوری
بھرو جھولیاں یہ کرم کے ہیں موتی — برستا ہے ابرِ سخائے نتکوری
ڈرائے گی کیا راہِ منزل میں ظلمت — میری ہمسفر ہے ضیائے نتکوری

یہ ایماں ہے میرا کہ محشر میں نیّر
میرے سر پہ ہوگی ردائے نتکوری

منقبت

جسے تیرے کوچے کی نسبت ملی ہے
اُسے نعمت باغِ جنّت ملی ہے

مجھے جب سے تُم نے بنایا ہے اپنا
میرے دل کو ہر غم سے فرصت ملی ہے

زمانے کو ہے رشک قسمت پہ میری
زمانے میں مجھ کو وہ قسمت ملی ہے

بنا ئے گی حشر میں بگڑی ہماری
تمہاری جو ہم کو یہ نسبت ملی ہے

نہ اُٹھے گا سر اُن کی چوکھٹ سے ہرگز
بڑی مشکلوں سے یہ نعمت ملی ہے

مِلا در رضاؒ کا بلطفِ شکوریؒ
یہ دولت انہی کی بدولت مِلی ہے

تیرے سنگِ در پہ ہے قربان ہر دم
بہت خوب نیّرؔ کو قسمت ملی ہے

منقبت

میری قسمت جلوۂ دیدارِ تاج الاولیاءؒ

میرا حصّہ خدمتِ دربارِ تاج الاولیاءؒ

دونوں عالم کی تجلّی دیکھتا رہتا ہوں
دولتِ دارین ہے دیدارِ تاج الاولیاءؒ

اضطرابِ دل کی قیمت میرے دل سے پوچھئے
ہر تڑپ میں ہے نہاں آزارِ تاج الاولیاءؒ

دولتِ عرفانِ حق سے اُسکی جھولی بھر گئی
آگیا جو بر سرِ دربارِ تاج الاولیاءؒ

کب جہانِ ذوقِ حق بیں نگاہوں سے چھُپے
حق نما۔ حق آشنا۔ اسرارِ تاج الاولیاءؒ

محفلِ عالم میں ہر سُو ہے زبانِ خلق پر
گفتگو سے لذّتِ گفتارِ تاج الاولیاءؒ

کر گیا بیدار اس دُنیا میں لاکھوں کے نصیب
ایک فیضِ جذبۂ بیدارِ تاج الاولیاءؒ

دونوں عالم میں بصارت اُس کو حاصل ہو گئی
جسکی نظریں ہو گئیں بیمارِ تاج الاولیاءؒ

چرخ کی گردش مبارک چرخ پر خورشید کو۔ عرش ہے نیّر مجھے دربارِ تاج الاولیاءؒ

منقبت

مجھے تکتے ہیں بحیرت ماہ و مہر آسماں سے
ہے جبیں میری مزّین تیری خاکِ آستاں سے
وہ لگاؤ ہے مجھے بھی تیرے سنگِ آستاں سے
نہ اٹھاؤں گا کبھی سر۔ نہ اٹھاؤں گا میں یہاں سے
تیری جستجو میں جینا۔ تیری آرزو میں مرنا
یہی مشغلہ ہے میرا۔ مجھے کیا غرض جہاں سے

وُہ تابِ دید مجھ کو سرِ بزم بخش دیں گے
جو الجھ پڑی تجلّی میری چشمِ ناتواں سے

غمِ دل کی زندگی بھی ہے انہیں کی ایک عنایت
وہ نوازتے ہیں پہلے غمِ دل کے امتحاں سے

نہیں گرتے سُرخ آنسو میری چشمِ خوں فشاں سے
غم و درد کہہ رہا ہوں۔ غمِ درد کی زباں سے

وُہ طریقِ بندگی میں ابھی خام ہے سَراسر
نہیں جس کے سَر کو نسبت تیرے سنگِ آستاں سے

اُسے ہو سکے گا حاصل نہ شعورِ راہ و منزل
وہ بھٹک رہا ہے راہی جو الگ ہے کارواں سے

نہ شکائتِ تغافل ۔ نہ حکائتِ تامّل
یہ حجاب اُٹھ چکے ہیں میرے اُن کے درمیاں سے

جسے کھینچ کر مقدّر تیری ٹھوکروں میں لایا
وُہ نکل گیا مسافر غمِ گردشِ جہاں سے

نہیں کوئی ایسا امکاں کہ جُدا کبھی ہو نیّرؔ
وہ ہے ربط خاص حاصل تیرے سنگ آستاں سے

○

غزل

یہ نہاں نہ رہ سکیں گے وُہ مجھ سے بجز و بر میں
جلوے سمیٹ لُوں گا میں دامنِ نظر میں

ہنگامہ ڈھل رہا ہے ۔ طوفاں مچل رہا ہے
آنسو لرز رہے ہیں آغوشِ چشمِ تر میں

عمرت دراز ساقی - حسرت رہے نہ باقی
ایسی شرابِ جلوہ بھر دے میری نظر میں

اُلفت میں ہے ضروری مطلق رہے نہ دوری
ہو جاؤں جذب میں بھی کاش انکے سنگِ در میں

بیدار آرزو ہے - معمول جستجو ہے
ہر دم ہیں ان کے جلوے - رقصاں میری نظر میں

بے تاب وہ بنا دے - یا بے بدل جلا دے
تقدیر شیشۂ دل ہے - دستِ شیشہ گر میں

جب تک نہ پھر دوبارہ ہوگا ترا نظّارہ
حسرت رہے گی دِل میں سودا رہے گا سر میں

وُہ کیسے مہرباں ہیں وُہ ایسے مہرباں ہیں
قسمت میری جگا دی - اِک جنبشِ نظر میں

پھولوں کی بزم حیراں - شبنم کے اشک لرزاں
فطرت ہے جلوہ ساماں آئینہ سحر میں

یہ دو طرح کے منظر کیا کہیئے کیا ہیں نیّرؔ
نیرنگیاں ہیں۔ پنہاں ہر شام ہر سحر میں

○

حضرت قبلہ و کعبہ۔ مرشدی و مولائی "امین العارفین" الشاہ محمد عبدالرؤف نیّرؔ رح کی آخری دو غزلیں جو مارچ ۱۹۶۸ء میں کوٹری (سندھ) کے سالانہ عرس مبارک کے مشاعرہ میں پڑھی گئیں۔

غزل

محبت میں ہوا مایوس دل انجام سے پہلے
تھکا جاتا ہے یہ تنہا مسافر شام سے پہلے

خدا حافظ ہے ان بھولے اسیروں کا گلستاں میں
رہائی مل گئی جن کو شکستِ دام سے پہلے

کہاں کی شام۔ کیسی شب تم آ کر دیکھ بھی جاؤ
خدا جانے کہاں بیمارِ غم ہو شام سے پہلے

فروزاں ہے جبینِ آرزو پر داغِ ناکامی
ہماری شام روشن ہے چراغِ شام سے پہلے
خدا اوّل ۔ خدا آخر ۔ خدا ہے بس خدا نیّرؔ
بتائے نام کس کا ہے ۔ خدا کے نام سے پہلے

غزل

زندگی مرہونِ تسلیم و رضا ہم سے ہوئی
اِس جہاں میں بندگی کی ابتدا ہم سے ہوئی
اُن کرم پرورنگاہوں نے کئے سَوسَو کرم
زندگی بھر ہر قدم پر اِک خطا ہم سے ہوئی
ہم سے گبھراتے رہے عہد جنوں میں حادثات
ہم وُہ دیوانے ہیں خائف ہر بلا ہم سے ہوئی
خون کے چھینٹوں سے آخر ہم نے لکھے واقعات
یوں مکمّل غم میں روداد وفا ہم سے ہوئی
ان کو نیّرؔ احتیاطاً ملتفت ہونا پڑا
ایسی لغزش انجمن میں بارہا ہم سے ہوئی

متفرّق اشعار

(۱)

نہ دل پھولوں پہ مائل ہے نہ کانٹوں سے قدم خائف
گلستاں اور صحرا سب مجھے یکساں ہیں وحشت میں
وُہ غیروں سے مخاطب ہیں۔ ابھی خاموش اے نیّرؔ
انہیں فرصت نہیں۔ باتیں ہوا کرتی ہیں فرصت میں

(۲)

الجھنوں میں پڑ گیا نیّرؔ دلِ مغموم جب
سایۂ افگن ہو گئے گیسوئے تاج الاولیاء

(۳)

نہیں کھیل اُن کی نسبت۔ کہ ہے دردِ دل بقسمت
جسے یہ خلش عطا ہو۔ جسے یہ تڑپ خدا دے
میرے مالکِ دل و جاں۔ نہیں اور کوئی ارمان
مجھے بخش کر غم اپنا۔ میری زندگی بنا دے
بہ نگاہِ لطف ساقی۔ جامِ فزاں پلا دے
میری رُوح کو جگا دے۔ میرے دل کو جگمگا دے

(۴)

وہ جہان میں غنی ہے ۔ وہی دین کا دھنی ہے

جو ہر آرزوئے دِل کو تیری یاد میں مٹا دے

(۵)

روشن از حُسنِ جمالش عالمِ امکانِ ما

یک نگاہِ نازِ جاناں قیمتِ ایمانِ ما

(۶)

اِک غم جو مجھے عطا کیا مجھے اُس پر فخر ہزار ہے

لِلّٰہ غم نہ مجھ سے چھینئے میں نے تم سے راہ خدا لیا

(۷)

اَے دِل تو اُس گلی میں پامالِ ناز ہو جا

محمُود بھی بنے گا ۔ پہلے ایاز ہو جا

فطرت کوئی نتیجہ خود ہی نکال لے گی

دِل نظرِ ناز کر دے ۔ اور بے نیاز ہو جا

(۸)

فکرِ عُقبیٰ کر کے ناحق وقت کیوں ضائع کریں

اُن کو خود ہی لاج ہو گی جنکے کہلاتے ہیں ہم

(۹)

یادِ اُو سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از یادِ اُو سُلطان بود

(۱۰)

غم نہیں زمانہ اگر مجھ سے ناشاد ہے
اُن کا دامانِ کرم سر پر ہمیشہ چاہیئے

(۱۱)

شُکرِ حق ہو گئی سرکار سے نسبت میری
میں جی رہا ہوں تیرے دامن کا سہارا لیکر

(۱۲)

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
مِن نیز حاضر مے شوم تصویرِ جاناں در بغل

(۱۳)

یوں نمازِ عشق کا آغاز ہونا چاہیئے
میرا سَر اور اُن کا پائے ناز ہونا چاہیئے

سر بکف - خستہ جگر - جانباز ہونا چاہیئے
تیرے دیوانے کا یہ انداز ہونا چاہیئے

(۱۴)

کسی کے ایک آنسو پہ ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے

(۱۵)

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای
باز مے گوئی - کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

(۱۶)

تمنّا دردِ دل کی ہے تو خدمت کر فقیروں کی
یہ وہ گوہر ہے جو ملتا نہیں شاہوں کے خزینے سے

(۱۷)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی - ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

(۱۸)

کیسے چاہوں ہے کیسے دیکھوں۔ کیسے رکھوں تصوّر میں
کوئی تصویر ملتی ہی نہیں تصویر جاناں سے

(۱۹)

کبھی سر بسجدہ ہوا ہوں میں تو جبیں کا نقشہ چمک اٹھا
تیرے پائے ناز ضرور تھے میری سجدہ گاہِ نماز میں
مجھے ہوش کب تھا رکوع کا۔ مجھے کام کیا تھا سجود سے
تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی۔ جو جھکا رہا نماز میں

(۲۰)

ہو چکے روزِ ازل سے اُس مے کامل کے دیوانے
اسی نسبت سے ہم ہیں۔ حُسن کی منزل کے دیوانے
زندگی ایک مرحلہ ہے۔ بے قراری کا۔
قرارِ دل کہاں ممکن قرارِ دل کے دیوانے

(۲۱)

تصوّر سے دل و جاں میں اُجالا کر لیا میں نے
جب آنکھیں بند کیں۔ تیرا نظّارہ کر لیا میں نے

(۲۲)

اُمیدِ خلعتِ شاہی نہ دارم

بس دارم ز تو داغِ غلامی

(۲۳)

خُدا کے بندے تو ہیں ہزاروں

بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

مَیں اُس کا بندہ بنوں گا

جس کو خُدا کے بندوں سے پیار ہو گا

(۲۴)

کُفر کافر را - ودیں - دیندار را

ذرّۂ دردِ دل عطاؔر را

(۲۵)

ساڈے واسطے تاجِ سکندری اے

آقا دھوڑ تُساڈڑے جوڑیاں دی -

(۲۶)

دارم زغم بیماریٔ - بیمارِ غم را یاریٔ
گر تو کُنی غم خِواریٔ - از غم چہ باک نازنیں

(۲۷)

کِس کی نگاہِ ناز نے مَست مجھے بنا دیا
فرش سے لیکے عرش تک سارا جہاں دکھا دیا
دیکھا جواُن کو بانٹتے - مَیں نے بڑھ کے شوق سے
دستِ عطا کے سامنے - دستِ طلب بڑھا دیا
یاد ہیں مجھ کو طُور پر - تیری وُہ لن ترانیاں
پہلے کہا - نہیں نہیں - اور بعد میں کچھ دکھا دیا

(۲۸)

ضُعفِ ایماں جھلکتا ہے - تیری تاویلوں سے
ہو کے مُسلماں ڈرتا ہے تو چیلوں سے -
کعبے کو اگر ڈھانے آئے گا کوئی فیلوں سے
تو کارِ زبیلس دیں گے تجھے ابابیلوں سے

(۲۹)

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں۔ کیوں نہیں ہے

عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

(۳۰)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(۳۱)

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر ہی گل و گلزار ہوتا ہے

(۳۲)

کی ترقی تو بہت ہم نے بھی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہی ہے۔ کہ مسلماں نہ رہے

(۳۳)

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے۔

مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے۔

(۳۴)

مجھے شوق سے مٹا دے۔ مجھے اس کا غم نہیں ہے

تیری یاد مٹ نہ جائے۔ جو دِل میں آبسی ہے

(۳۵)

کیا جب سے سجدہ تیرے نقشِ پا کو

خدائی تو کیا۔ میں نے چھوڑا خدا کو

دُعائیں میں دیتا ہوں اُس کج ادا کو

بھلایا ہے میرے دل سے جس نے خدا کو

(۳۶)

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں۔ وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

تیرا ہاتھ۔ ہاتھ میں آگیا۔ کہ چراغ راہ کے جل گئے

(۳۷)

مانا کہ بارِ سر پہ گناہوں کا عظیم ہے
ان سے امید بھی تو درگذر کی ہے

(۳۸)

ہم اُن کی اداؤں کو اسلم ایماں کی علامت سمجھے ہیں
مائل بہ کرم وہ ایسے ہوئے ہر وقت نظارہ کرتے ہیں

(۳۹)

ہر چند جانشین ہوں لیکن ہوں باادب
نیّر بہر لحاظ غلامِ شکورؒ ہے

(۴۰)

دیوانہ ہوں لیکن ہوں طلب گارِ محمدؐ
دُھن لے چلی ہے مجھے سرِ دربارِ محمدؐ
طیبہ کی اُسے دھن . اُسے جلووں کی تمنّا
دل ہو کہ نظر - دونوں ہیں بیمارِ محمدؐ
دربارِ شکوریؒ میں پہنچ ہو گئی نیّرؔ
پہنچیں گے یہیں سے سرِ دربارِ محمدؐ

(۴۱)

بس ایک کے ہو رہنا توحید اِسے کہتے ہیں
خُوش ہم سے رہے جاناں ہم عید اِسے کہتے ہیں

(۴۲)

چُوں توذاتِ پیر را کردی قبُول
ہم خدا در ذاتش آمد ۔ ہم رسُول

(۴۳)

قال را بگزار مردے حال شو
پیشِ مردے کاملِ پامال شو

(۴۴)

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامے شمسِ تبریزیؒ نہ شُد

(۴۵)

شبّیر نے سر دے کر اِسلام جگایا ہے
خنجر کے تلے سر دیکر حقؔ کا پیغام پہنچایا ہے

نیزے پہ جو سر دیکھا - جبریلؑ پکار اُٹھا
کہتا جو تلاوت ہے سر کس کا خدایا ہے ؟
قدرت نے یہ فرمایا - ٹکڑا ہے رسالت کا
شبیرؑ ہے نام اس کا - گھر جس نے لٹایا ہے
ایماں کی قسم - ایماں ملتا ہے اسی در سے
ہم کو تو اسی گھر نے انسان بنایا ہے

(۴۶)

کونین میں بلند ہے رتبہ حسینؑ کا
فرشِ زمین سے عرش تک شُہرہ حسینؑ کا

بے مثل ہے جہاں میں کُنبہ حسینؑ کا
کیونکہ سلطانِ دو جہاں ہے نانا حسینؑ کا

بے سایہ حق نے اسلیئے نبی پیدا کیا
اِس سائے میں ہے کھنچ گیا نقشہ حسینؑ کا

پایہ پکڑ کے عرش کا۔ زہرہ نے یوں کہا
ہے ذبح تیرے بندوں نے میرا پسر کیا

(۴۷)

مداحِ اہلِ بیت ہوں ۔ دوزخ جلائے کیوں
جو خادمِ بتول ہو۔ بخشا نہ جائے کیوں
رضواں درِ بہشت سے مجھ کو ہٹائے کیوں
آخر میں اِک غلام ہوں ادنیٰ حسینؑ کا

(۴۸)

نہ اعلیٰ ہوں نہ افضل ہوں۔ نہ بہتر ہوں نہ برتر ہوں
مگر پھر بھی زمانے میں۔ نہ بے سر ہوں۔ نہ بے پر ہوں
مری جانب سے اے لوگو۔ فقیہہ شہر سے کہہ دو
علیؑ میرا وظیفہ ہے۔ علیؑ کا میں قلندر ہوں

زیبا ناردی

(۴۹)

کہہ گیا دیوار کعبہ کا شگاف
دین کی بارہ دری کعبے میں ہے۔

مَیں بھی زیبا وجد میں مصروف ہوں
ذرّے ذرّے کو خوشی کعبے میں ہے

(۵۰)

دِل میں اگر برنگِ عشق یادِ محمدؐ ہی نہیں
نام کی ہے وُہ زندگی ۔ کام کی زندگی نہیں

حاصلِ کُن فکاں کہیں ۔ زینتِ لامکاں کبھی
عقل جسے سمجھ سکے ۔ شانِ محمدؐ ہی نہیں

ماہِ عرب کے ہجر میں ہائے رہے تیرہ بختیاں
شب تو خیر شب ہے ۔ دن میں بھی روشنی نہیں

اُن کے حریمِ خاص میں کیا تجھے آج ہو گیا
سر بھی ہے ۔ سنگِ در بھی ہے ۔ ہمتِ بندگی نہیں

لب پہ نبی کا نام ہو ۔ نزع کا اہتمام ہو
ایسے مزّے کی موت میں حسرتِ زندگی نہیں

(۵۱)

نماز اچھی ۔ روزہ اچھا ۔ زکوٰۃ اچھی ۔ حج اچھا
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا۔
نہ جب تک کٹ مروں۔ خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(۵۲)

بہت مشکل ہے۔ انساں کی سمجھ میں آ نہیں سکتا
کوئی اُس کملی والے کی حقیقت پا نہیں سکتا۔
بدل ڈالیں محمدؐ نے زمانے بھر کی تقدیریں
بھکاری اُن کے دروازے سے خالی جا نہیں سکتا

(۵۳)

دونوں عالم کا تجھے مقصود گر آرام ہے۔
اُن کا دامن تھام لے جن کا محمدؐ نام ہے۔

(۵۴)

ہوتے کہاں خلیل و بنا۔ کعبہ و منیٰ۔
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

(۵۵)

ثابت ہُوا کہ جُملہ فرائض سب فروع ہیں
اصل الاصُول بندگی ۔ اُس تاجور کی ہے

(۵۶)

ازل سے سلسلہ ہے کیف میرے جُرم بیحد کا
مَیں مجُرم سہی ۔ پر نام لیوا ہُوں محمدؐ کا

(۵۷)

محُمد کی محبّت آنِ ملّت ہے ۔ شانِ ملّت ہے
محُمد کی محبّت رُوحِ ملّت ہے ۔ جانِ ملّت ہے

محُمد کی محبّت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سَب کچھ نامکمل ہے

محُمد کی محبّت ہے سند آزاد ہونے کی
خُدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

(۵۸)

مومن ہوں نہ کافر ہوں۔ نہ ہندو نہ مسلماں
کچھ ہوں تو فقط بندۂ سلطان مدینہ

(۵۹)

جو چیز بنی ہے دنیا میں احمد مختار کی خاطر
اللہ پہ روشن ہے کہ اللہ کے گھر سے لایا ہوں میں آنکھیں تیرے دیدار کی خاطر
مے خانۂ وحدت سے یہ کھائی ہوئی چکر
میں آئی ہے۔ کسی مے خوار کی خاطر

(۶۰)

پروانے کو چراغ۔ تو بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے خدا کا رسول بس۔

(۶۱)

محمد سرِّ قدرت ہے۔ کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

(۶۲)

ادھر صدیق اکبرؓ پر صداقت ناز کرتی ہے
ادھر فاروق اعظمؓ پر عدالت ناز کرتی ہے

شاہ عثمانِ غنیؓ پر شانِ دولت ناز کرتی ہے
علیؓ مرتضےٰؓ پر بھی شجاعت ناز کرتی ہے
محمدؐ مصطفےٰ پر حق کی رحمت ناز کرتی ہے

(۶۳)

حسینوں میں حسیں۔ یوسفؑ اگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
وہ مطلوبِ زلیخا تھے۔ یہ مطلوب خدا ٹھہرے
مگر عرش معلےٰ پر محمدؐ مصطفےٰ ٹھہرے

(۶۴)

حسنِ یوسف۔ دمِ عیسےٰ۔ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند۔ تو تنہا داری

(۶۵)

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید۔ جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

(۶۶)

دل کو ہے آنحضورؐ کی یادوں سے واسطہ
یہ بات ایک دن کی نہیں۔ عمر بھر کی ہے

(۶۷)

اَب مجھ سے یہ نہ چھُوٹے گا۔ دامانِ مُصطفےٰ
یہ ہی تو اِک تلاش میری عمر بھر کی ہے۔

(۶۸)

گردش میں رات دن جو ہیں مہر و ماہ نجوم
اصل مُراد حاضری اس پاک در کی ہے

(۶۹)

جس کو خُدا کے عرش کا دیتے ہیں نام لوگ
وُہ اک نشست گاہ شہہ بحر و بر کی ہے

(۷۰)

مدینے کے گدا دیکھے۔ دُنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں۔ محمد کے غلام اکثر

اقوالِ زرّیں

١- جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کرلے۔ تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہوسکتا ہے۔ (الرعد: ١١)

٢- ہماری قوت۔ ترقی۔ مضبوطی۔ تہذیب اور انسانیت کا راستہ اسلام کا راستہ ہے بلکہ اسلام تمام انسانیت کے لئے راہِ نجات ہے۔ (محمد قطب)

٣- کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے۔ کہ کس سرزمین میں اس کو موت آنی ہے۔ (لقمٰن - ٣٤)

٤- یہ پہچان ہے خاصانِ خدا کی ہر زمانے میں۔ کہ خوش ہوکر خدا ان کو گرفتارِ بلا کردے (ظفر علی خاں)

٥- میری امّت میں ہمیشہ ایک جماعت موجود رہے گی جو دین کی محافظ ہوگی۔ مخالفین اس کو تباہ نہ کرسکیں گے۔ (حدیث)

٦- جو شخص میری سُنّت سے بے رُخی برتے۔ وُہ میرے گروہ سے نہیں (حدیث)

٧- مخلوقات اور غیر اللہ سے صرف وہ سوال کرتے ہیں جن کا یقین و ایمان ضعیف ہے۔ اور جن میں صبر و توکّل نابود ہے (الشیخ عبدالقادر جی

۸۔ دُنیا میں حق صرف ایک ہے جس میں تعدّد و تنوّع محال ہے۔ حق کے سوا جو کچھ ہے وہ ضلالت اور تاریکی ہے۔
(سیّد شہید قطبؒ)

۹۔ اپنی اولاد کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو۔ اور اُن کو اچھی تعلیم دو۔
(حدیث)

۱۰۔ تقدیرِ الٰہی کو کوئی چیز نہیں بدلتی۔ مگر دُعا۔ اور عُمر کو کوئی چیز نہیں بڑھاتی۔ مگر نیکی۔ (حدیث)

۱۱۔ فحش بات کہنے والا۔ اور فحش بات کی اشاعت کرنے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ (حضرت علیؓ)

۱۲۔ حضورؐ نے فرمایا "عقل میرے دین کی اصل ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے صبر میرا لباس ہے۔ یقین میری خوراک ہے۔ اور صدق میرا ساتھی ہے"
(حدیث)

۱۳۔ جسے یہ پسند ہو کہ اُس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو۔ اُسے صلہ رحمی کرنا چاہیئے (حدیث)

۱۴۔ جو شخص تمہارے پاس آکر تمہارے اندر تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تم مجتمع ہو۔ تو خواہ وہ کیسا ہی شخص ہو اس کی گردن اڑا دو۔
(حدیث)

۱۵۔ بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ قتلِ نفس۔ والدین کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا ہے۔ (حدیث)

۱۶۔ تم میں بہتر وہ شخص ہے۔ جس کو دیر میں غصہ آتے۔ اور جلد فرو ہو جاتے۔ اور بدترین شخص وہ ہے۔ جسے جلد غصہ آتے اور دیر سے جاتے

۱۷۔ حیا اور زبان کو قابو میں رکھنا ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ اور فحش گوئی اور بیہودہ باتیں نفاق کی دو شاخیں ہیں۔ (حدیث)

۱۸۔ جو بھلائی کا حکم دے۔ اُس کے اپنے کام بھی بھلے ہونے چاہئیں۔ (حدیث)

۱۹۔ جس شخص نے سچائی کے ساتھ شہادت کی دُعا مانگی۔ اللہ تعالےٰ اُس کو شہیدوں کا مرتبہ عنایت فرمائے گا۔ اگرچہ وہ بستر پر مرا ہو (حدیث)

۲۰۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذراسی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے۔ جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اور بردباری اُس کی صفت ہے (البقرہ: ۲۶۳)

۲۱۔ جو شخص اشیائے ضرورت کو نہیں روکتا۔ بلکہ وقت پر بازار میں لاتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے (حدیث)

۲۲۔ اصل مجاہد وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (حدیث)

۲۳۔ جس شخص کی نگاہ کسی عورت کے حُسن پر پڑے۔ اور وُہ نگاہ ہٹالے۔ تو اللہ اُس کی عبادت میں لطف اور لذّت پیدا کر دیتا ہے۔ (حدیث)

۲۴۔ جو شخص کسی بالشت بھر زمین ظلماً لے گا۔ تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالے گا۔ (حدیث)

۲۵۔ آج مغربی زندگی جن شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔ وہ انسان اور اللہ کا تعلق منقطع ہونے اور مذہب و زندگی کی علیحدگی کا نتیجہ ہے (محمد قطب)

۲۶۔ تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔ جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے۔ اللہ اُس سے بے خبر نہ ہوگا۔ (آل عمران : ۹۲)

۲۷۔ دو آنکھیں ہیں جو جہنّم کی آگ سے محفوظ رہیں گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے اشکبار ہو اور دوسری وہ آنکھ جو رات بھر اللہ کی راہ میں پہرہ دے۔ (حدیث)

۲۸۔ حیا سے بھلائی پھیلتی ہے (حدیث)

۲۹۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں (التوبہ : ٦٧)

۳۰۔ بیمار کی عیادت۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔ (حدیث)

۳۱۔ قرآن ہمارا قائد۔ اسلام ہمارا رستہ اور جہاد ہمارا ہتھیار ہے۔
(حسن البنّا شہید)

۳۲۔ اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ : ۲۰۸)

۳۳۔ خدا اس شخص کو خوش رکھے۔ جس نے میری حدیث سنی۔ اسے یاد کیا اور پھر اُس کی اشاعت کی (حدیث)

۳۴۔ حق کو لوگوں کے ذریعے مت پہچانو۔ بلکہ حق کے ساتھ اہل حق کو پہچانو۔ (حضرت علیؓ)

۳۵۔ وہ سحر جس سے لرزتا ہے۔ شبستانِ وجود۔
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا۔ (اقبالؒ)

۳۶۔ وُہ مومن نہیں کہ جس کے شر سے اُس کا ہمسایہ محفوظ نہ رہے۔
(حدیث)

۳۷۔ جس لمحے تم حاجت روائی کے لیے انسانوں کے دروازے کھٹکھٹانا چھوڑ دوگے۔ وہی لمحہ تمہارے لیے مبارک باد کا لمحہ ہے۔
(خوشحال خاں خٹک)

۳۸۔ یہ لوگ اپنی پھونکوں سے اللہ کا نُور بجھانا چاہتے۔ اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو کتنا ناگوار ہی ہو
(الصف : ۸)

۳۹۔ اللہ بندے کی توبہ سانس کے اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔ (حدیث)

۴۰۔ محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن خدا کے رسولؐ اور خاتم النبیّن ہیں۔ (الاحزاب : ۴۰)

۴۱۔ اِسلام جغرافیائی حد بندیوں اور خونی و نسلی تفریقوں کا قائل نہیں۔ تمام مسلمانوں کو ایک امّت مانتا ہے اور تمام اِسلامی ملکوں کو ایک وطن شمار کرتا ہے۔ (حسن البنّا شہید)

۴۲۔ اے نبیؐ منافقوں اور کافروں سے جہاد کرو۔ اور اُن پر سختی کرو۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور وہ بہت ہی بری جاتے قرار ہے۔
(التوبہ : ۷۳)

۴۳۔ انسان کو لازم ہے رہے دُور ریا سے۔ یہ چیز جدا کرتی ہے بندے کو خدا سے (جگر مُرادآبادی)

۴۴۔ اگر تم حق سے منہ پھیروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلے دوسری قوم

کھڑا کر دے گا۔ اور وہ لوگ تم جیسے نہیں ہوں گے (محمد: ۳۸)

۴۵- رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کا۔ سننے کا۔ اطاعت کا۔ ہجرت کا اور جہاد کا۔
(حدیث)

۴۶- وہ علم و فضل صاحب علم کے لیے وبال ہے۔ جو اطاعتِ خدا اور اتباعِ رسولؐ کے سوا کوئی اور ثمرہ و نتیجہ پیدا کرے۔ (امام غزالیؒ)

۴۷- اور جو اللہ اور اُس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے۔ اُسے معلوم ہو۔ کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔
(المائدہ: ۵۶)

۴۸- (اے ایمان والو) آپس میں جھگڑو نہیں۔ ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی (الانفال: ۴۵)

۴۹- جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے۔ اللہ اس پر ذلت و خواری مسلّط کر دیتا ہے (صدیق اکبرؓ)

۵۰- اسلام کو دُنیا کی نظر سے نہ دیکھو۔ بلکہ دُنیا کو اسلام کی نظر سے دیکھو۔
(آیت اللہ خمینی)

۵۱- بہترین جہاد ظالم اقتدار کے سامنے حق بات کہنا ہے (حدیث)

۵۲- اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرو۔ اور اگر میں غلط کام کروں تو مجھے درست کر دو۔ (خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ)

۵۳- چھوڑ یورپ کے لیے رقص و بدن کے پیچ و خم
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللّٰہی، (اقبالؒ)

۵۴- ہمسائے کا یہ بھی حق ہے کہ تم اپنی عمارت کو ہمسائے کی خوشنودی اور

منشاء کے بغیر اُس کے مکان سے اونچا نہ لے جاؤ۔ (حدیث)

۵۵- قیامت کے دن علماء کی روشنی اور شہداء کا خون ایک ہی درجہ میں تلیں گے (حدیث)

۵۶- اور (تمہارے) رب نے تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجے دیئے۔ تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اُس میں تمہاری آزمائش کرے۔ (الانعام : ۱۶۵)

۵۷- جلوؤں کے اس ہجوم میں لازم ہے احتیاط۔ سہو نظر معاف ہے قصد نظر حرام۔ (نعیم صدیقی)

۵۸- دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز۔ مَیں جانتا ہوں موت ہے سُنّت حضورؐ کی۔ (احسان دانش)

۵۹- یارب رہے جمعیت مُسلم یوں ہی قائم۔ رُخ ایک۔ رسولؐ ایک۔ کتاب ایک۔ خدا ایک۔ (اکبر)

۶۰- اچھی سیرت وخصلت کے مسلمان سے اگر کبھی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کر دو۔ سوائے حدود کے (حدیث)

۶۱- کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مُسلمانوں کے مشورے کے بغیر ان پر حکومت کرے۔ (عمرؒ بن عبدالعزیز)

۶۲- یاد رکھو حاکم کو ایک روز اللہ کے رُوبرو حاضر ہونا ہے۔ اگر حاکم کج روی اختیار کرے گا۔ تو رعایا بھی کج روی پر اتر آئے گی۔ اس کا وبال حاکم کے سر ہو گا۔ (حضرت عمرؓ)

۶۳- جس عورت نے اس حال میں انتقال کیا۔ کہ اس کا خاوند اس پر خوش اور راضی تھا۔ وہ جنت میں داخل ہو گی (ترمذی)

۶۴۔ اگر کوئی بندہ دُنیا میں کسی بندے کی عیب پوشی کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا۔ (حدیث)

۶۵۔ نرمی اور درگذر کا طریقہ اختیار کرو اور معروف کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے نہ اُلجھو۔ (الاعراف : ۱۹۹)

۶۶۔ جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے۔ اور اپنی اصلاح کرے۔ تو اللہ کی نظرِ عنایت پھر اُس پر مائل ہو جائے گی (المائدہ : ۳۹)

۶۷۔ ایک سمجھ والا عالم شیطان پہ ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے (حدیث)

۶۸۔ ابو حنیفہؒ کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے۔ دینوی جاہ و عظمت کو حقیر سمجھتے تھے۔ بڑے عالم تھے اور مال کی طرح علم کو صرف کرنے میں بھی فیاض تھے (امام ابو یوسفؒ)

۶۹۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۔ درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے (البروج : ۱۲)

۷۰۔ تو مشو مغرور بر حلم خدا ۔ دیر گیرد ۔ سخت گیرد ۔ مر ترا ۔

۷۱۔ ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عشق میں یادِ خدا نہ رہی ۔ جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا
(ظفرؔ)

۷۲۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو۔ (بنی اسرائیل : ۲۳)

۷۳۔ ایک عالمِ دین کی موت ۔ ایک عالم (دُنیا) کی موت ہے ۔ (حدیث)

۷۴۔ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے (حدیث)

۷۵۔ اپنی نیّت کو ہر کھوٹ سے پاک رکھو۔ جو عمل کرو۔ صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کرو۔ تو تھوڑا عمل بھی تمہاری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ (حدیث)

۷۶۔ سب سے بڑی پرہیز گاری حرام سے بچنا ہے اور سب سے بڑی شرافت حُسنِ اخلاق ہے (حدیث)

۷۷۔ مظلُوم کی پکار سے بچو۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے۔ اور اللہ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا۔ (حدیث)

۷۸۔ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک۔ دوسرے والدین کی حق تلفی۔ تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔ (حدیث)

۷۹۔ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ (المائدہ: ۵۱)

۸۰۔ مسلمان کی ہر چیز مُسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون بھی۔ اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی (حدیث)

۸۱۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جب تک کہ اہل خانہ سے پوچھ نہ لو۔ اور جب داخل ہو۔ تو گھر والوں کو سلام کرو (النور: ۲۷)

۸۲۔ جنّت میں بدخُو۔ بدخلق اور سخت گو آدمی داخل نہ ہوگا (حدیث)

۸۳۔ جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی خدمت میں لگا رہے۔ اللہ بھی اُس کی مدد میں لگا رہتا ہے (حدیث)

۸۴۔ نرم گفتاری۔ ضبط و تحمّل ۔ حسنِ اخلاق اور کشادہ دلی کو اپنے لئے لازم رکھو۔ نماز کی پابندی کرو اور سخاوت سے کام لو۔
(امام ابو حنیفہؒ)

۸۵۔ خدا کے نزدیک سب سے بہتر عمل خدا کی خوشنودی کے لیے محبّت رکھنا اور خدا کے واسطے بُغض رکھنا ہے (حدیث)

۸۶۔ یقیناً آنکھ۔ کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔
(بنی اسرائیل: ۳۶)

۸۷۔ بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مالک کا کام خیر خواہی اور خلوص سے انجام دے۔ (حدیث)

۸۸۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور روزی کی تلاش میں اچھّا طریقہ اختیار کرو۔ حلال روزی حاصل کرو۔ اور حرام روزی کے قریب نہ جاؤ۔
(حدیث)

۸۹۔ بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں (بنی اسرائیل: ۲۷)

۹۰۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں اسطرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں۔ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (الصف: ۱۴)

۹۱۔ مزدور کا پسینہ خشک ہوتے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کرو۔
(حدیث)

۹۲۔ جو شخص علمِ دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلے گا۔ جب تک وہ واپس نہ ہوگا۔ اُس کا یہ زمانہ اللہ کے واسطے میں محسوب ہوگا۔
(حدیث)

۹۳۔ جو تمہارے پاس امانت رکھے۔ اُسے اُس کی امانت ادا کر دو۔

اور جو تم سے خیانت کرے۔ تم اس سے خیانت نہ کرو۔ (حدیث)

۹۴۔ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نہ نکلو گے۔ تو اللہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔ اور تم اُس کا کچھ نہ لگاڑ سکو گے۔ (البقرہ : ۳۹)

۹۵۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے۔ اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی۔ وہی سچے مومن ہیں۔ (الانفال ۷۴)

۹۶۔ اگر لوگ نیکی کریں تو تم نیکی کرو۔ اور لوگ تم سے بدسلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔ (حدیث)

۹۷۔ مجھے بس اس اُمّت پہ ہر ایسے منافق سے اندیشہ ہے جو باتیں تو کرتا ہے حکیمانہ لیکن کارنامہ انجام دیتا ہے ظالمانہ (حدیث)

۹۸۔ مسلمانو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جسطرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (البقرہ:۱۸۳)

۹۹۔ اور یہود و نصاریٰ تم پہ ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ جب تک تم اُن کے طریقے پر نہ لگو (البقرہ : ۱۲۰)

۱۰۰۔ اے اہل ایمان! صبر سے کام لو۔ باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ۔ حق کی خدمت کے لئے کمربستہ رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (آل عمران : ۲۰)

۱۰۱۔ خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو۔ (المائدہ : ۴۸)

۱۰۲۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ (حدیث)

۱۰۳۔ اور ان باطل پرستوں سے برابر لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین پورا کا پورا خدا کے لیے ہو جائے۔ (الانفال: ۳۹)

۱۰۴۔ آدمی کو ہر نیکی کے عوض دس سے سات سو گنا تک ثواب ملے گا۔ لیکن اللہ فرماتا ہے کہ روزہ تو خاص میرے لیے ہے۔ اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ (حدیث)

۱۰۵۔ رمضان کا مہینہ خیر و صلاح اور تقویٰ و طہارت کا موسمِ بہار ہے جس میں برائیاں دبتی ہیں۔ نیکیاں پھیلتی ہیں اور ہر طرف پرہیز گاری کی کھیتی سرسبز نظر آنے لگتی ہے (مولانا مودودی)

۱۰۶۔ روزہ اہلِ تقویٰ کی لگام۔ مجاہدین کی ڈھال اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے (ابنِ قیمؒ)

۱۰۷۔ جو شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرائے۔ اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔ اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔

(حدیث)

۱۰۸۔ مسلمانو! اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ اور خوب جان رکھو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے (البقرہ: ۲۴۴)

۱۰۹۔ قضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی (ظفر علی خاں)

۱۱۰۔ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا۔ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ (حدیث)

۱۱۱- لیلتہ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (القدر: ۳)
۱۱۲- رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو انسانوں کے لئے سراسر عبادت ہے۔ (البقرہ: ۱۸۵)
۱۱۳- لیلتہ القدر کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (حدیث)
۱۱۴- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ تمہارے درود مجھے پیش کئے جاتے ہیں (حدیث)
۱۱۵- یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (کہیں نہ کہیں) ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو (حدیث)
۱۱۶- روزہ ڈھال ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لیے (حدیث)
۱۱۷- روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ (حدیث)
۱۱۸- اللہ نے اس مہینے (رمضان) میں روزہ رکھنا فرض اور رات کو تراویح پڑھنا نفل قرار دیا ہے (حدیث)
۱۱۹- روزہ رکھ کر بھی جو شخص فریب اور جھوٹ کو نہ چھوڑے، تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (حدیث)
۱۲۰- ایمان کا مزا چکھا اس شخص نے جس نے اللہ کو اپنا رب۔ اسلام کو اپنا دین اور محمد کو اپنا رسولؐ مانا اور اس پر راضی ہو گیا (حدیث)
۱۲۱- اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر کام ہے اگر تم جانو۔ (الصف: ۱۱)

۱۲۲۔ جو تیاوت قرآن کے منبع فیض سے سیراب نہیں ہے۔ میں اُسے سراب سے زیادہ حیثیت نہیں دیتا (بہادر یار جنگ)

۱۲۳۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔ بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ (حدیث)

۱۲۴۔ وہ آدمی بہتر ہے۔ جس کی عمر لمبی ہو۔ اور عمل اچھے ہوں (حدیث)

۱۲۵۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ (التوبہ: ۱۱۱)

۱۲۶۔ مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں (التوبہ: ۷۱)

۱۲۷۔ جس نے اللہ کے لئے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی۔ اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لئے روکا۔ اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ (حدیث)

۱۲۸۔ بارہا ایسا ہوا کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا (البقرہ: ۲۴۹)

۱۲۹۔ اللہ کے ہاں انہی لوگوں کا بڑا درجہ ہے۔ جو ایمان لائے۔ اور اس کی راہ میں گھر بار چھوڑا۔ اور جان و مال سے جہاد کیا۔ (التوبہ: ۲۰)

۱۳۰۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو۔ نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو (بنی اسرائیل: ۳۷)

۱۳۱۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو (حدیث)

۱۳۲۔ عالم وہ ہے جو اللہ سے بے دیکھے ڈرے۔ جو کچھ اللہ کو پسند ہے
اس کی طرف وہ راغب ہو۔ اور جس چیز سے اللہ ناراض ہو۔ اُس سے
وہ دلچسپی نہ رکھے۔ (حسن بصری)

۱۳۳۔ جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے۔ اور ہمارے بڑے کا ادب
نہ کرے۔ وُہ ہم میں سے نہیں (حدیث)

۱۳۴۔ اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔
(النساء : ۲۹)

۱۳۵۔ جماعت کے بغیر اسلام نہیں۔ اور امارت کے بغیر جماعت نہیں۔ اور
اطاعت کے بغیر امارت نہیں (حضرت عمر فاروقؓ)

۱۳۶۔ اور جو کچھ رسُول تمہیں دے۔ اُسے لے لو۔ اور جس چیز سے روکے
اس سے باز رہو (الحشر : ۷)

۱۳۷۔ یاد رکھو اگر تم اسلام کی بخشی ہوئی عزّت کے سوا اور کوئی عزت حاصل
کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالےٰ تم کو ذلیل کر دے گا (حضرت عمر فاروق)

۱۳۸۔ مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وُہ اس
کو بربادی سے بچاتا ہے اور اُسکے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔
(حدیث)

۱۳۹۔ میری مشکل کو دُنیا میں نہ آساں کر سکا کوئی
مصیبت میں جو کام آیا۔ میرا پروردگار آیا (ظفر علی خاں)

۱۴۰۔ سب سے زیادہ خسارے کا سودا اس شخص کا ہے۔ جو دوسروں کی
دُنیا بنانے میں اپنی آخرت بگاڑ لے (حدیث)

۱۴۱۔ مومن وہ ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔

اور اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں (الشوریٰ : ۳۸)

۱۴۲- جس نے قرآن کو سمجھا۔ اس کے ہاتھ میں سارے علوم کی کنجی آ گئی۔ (حضرت علیؓ)

۱۴۳- انسان حسنِ سلوک سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزے رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے (حدیث)

۱۴۴- جسم اور لباس کی پاکیزگی آدھا ایمان ہے (حدیث)

۱۴۵- جب نیکی تمہیں مسرت بخشے اور بدی تمہیں غم میں مبتلا کر دے تو تم مومن ہو (حدیث)

۱۴۶- گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہ ہو (حدیث)

۱۴۷- اگر تم اللہ پہ بھروسہ کرو جسطرح بھروسہ کرنے کا حق ہے۔ تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا۔ جسطرح چڑیوں کو دیتا ہے۔ کہ وہ صبح خالی پیٹ جاتی ہیں اور شام کو پُر شکم واپس آتی ہیں (حدیث)

۱۴۸- اور اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ (الاحزاب : ۵۹)

۱۴۹- کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے۔ کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے (المائدہ : ۸)

۱۵۰- دردناک عذاب کی وعید سُنا دو۔ ان لوگوں کو جو سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ : ۳۴)

۱۵۱- مرد اپنے بیوی بچوں کا نگران ہے۔ اور اُن کے بارے میں خدا کے

سامنے جوابدہ ہوگا (حدیث)

۱۵۲- اللہ کے راستے میں جنگ کرو۔ اُن لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرہ : ۱۹۰)

۱۵۳- ماں کی گود سے لے کر قبر میں پہنچنے تک علم حاصل کرو (حدیث)

۱۵۴- اے مومنو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدموں کو جما دے گا (محمد : ۷)

۱۵۵- اللہ عدل۔ احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظُلم و زیادتی سے منع کرتا ہے (النحل : ۹۰)

۱۵۶- جیسے تم ہو گے ویسے ہی تم پر حکمران مسلّط ہوں گے (حدیث)

۱۵۷- اللہ کی منڈی میں جس مال کی کھپت ہے۔ وہ صرف ایمان کی متاع ہے (سیّد قطب شہیدؒ)

۱۵۸- نہ جا اس کے تحمّل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا (ظفر علی خاں)

۱۵۹- لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے۔ کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ وہ اُس کا حج کرے۔ (آل عمران : ۹۷)

۱۶۰- جو شخص اس گھر (کعبہ) کی زیارت کو آیا۔ اور اس نے نہ شہوانی بات کی۔ نہ خدا کی نافرمانی کی تو وُہ اپنے گھر کو اس حال میں لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے جنا تھا (حدیث)

۱۶۱- اے لوگو! تم پر حج فرض ہو چکا ہے۔ تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرو۔ اس لیے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب کیا رکاوٹ پیش آئے (حدیث)

۱۶۲۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی
اس سے ڈرتے ہیں (فاطر: ۲۸)

۱۶۳۔ عطّار ہو۔ رومیؔ ہو۔ رازیؔ ہو۔ غزالیؔ ہو۔
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی۔ (اقبالؒ)

۱۶۴۔ خدا تک تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ اس کے ہاں تو
تمہارا خلوص اور تقویٰ پہنچتا ہے (الحج: ۳۷)

۱۶۵۔ قربانی کے دن کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ افضل نہیں اور خون زمین
پر گرنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کے پاس قبولیت کے لئے پہنچ
جاتا ہے۔ (حدیث)

۱۶۶۔ جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا
تو اس بستی سے اللہ کی حفاظت و نگرانی کا وعدہ ختم ہوگیا (حدیث)

۱۶۷۔ جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار
اور اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔ (البقرہ: ۱۸۳)

۱۶۸۔ مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو
قوّت پہنچاتا ہے (حدیث)

۱۶۹۔ اگر تمہارے ذریعے ایک شخص نے ہدایت پائی تو یہ تمہارے لیے دنیا و
ما فیہا سے بہتر ہے۔ (حدیث)

۱۷۰۔ خاموشی غصّہ کا بہترین علاج ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

۱۷۱۔ تم اہلِ ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو
پاؤ گے (المائدہ: ۸۲)

۱۷۲۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمّت کے بعد کسی نئے آنے والے نبی

کی اُمّت نہیں۔ (حدیث)

۱۷۳۔ اسلام جاہلیت کے ساتھ کوئی مصالحت قبول نہیں کرتا۔ معاملہ خواہ اُس کے تصوّر اور نظریہ کا ہو۔ یا اُس کے قوانین حیات کا۔ اسلام رہے گا۔ یا جاہلیّت رہے گی (استید قطب شہید)

۱۷۴۔ اللہ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ایسی ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں دن کو روزے رکھے جائیں اور رات کو قیام کیا جائے (حدیث)

۱۷۵۔ جو قوم اللہ کی ناشکری کرتی ہے اور پھر جلد توبہ کے ذریعے اصلاح حال کی کوشش نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی بخشی ہوئی عزّت چھین لیتا ہے (امام ابو یوسفؒ)

۱۷۶۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اپنے گھر میں ستّر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (حدیث)

۱۷۷۔ جب کسی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے۔ تو اپنی نگاہ پھیر لو (حدیث)

۱۷۸۔ اس شخص کی صحبت سے بچو جو قیامت کے دن کی ذلّت و رسوائی سے نہیں ڈرتا۔ (امام ابو یوسفؒ)

۱۷۹۔ غیر کی جدّ و جہد پہ تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوشش ذاتِ خاص پہ ناز کر اعتماد کر (حسرت موہانی)

۱۸۰۔ سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا (حدیث)

۱۸۱۔ علم کے بغیر عبادت فضول ہے اور عقل کے بغیر عبادت دردِ سر۔ (بابا فرید گنج شکرؒ)

۱۸۲۔ اللہ کی لعنت ہے اُن عورتوں پہ جو لباس پہن کر بھی ننگی کی ننگی

رہیں۔ (حدیث)

۱۸۳۔ مرد عورتوں پر قوّام ہیں۔ اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ (النساء: ۳۴)

۱۸۴۔ حاکم کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی دستور پر چلتا ہو۔ عدل و انصاف سے پیش آتا ہو۔ حق کا پابند ہو اور رضائے الٰہی کے لیے اپنے نفس کو مقیّد کئے ہوئے ہو (قول حضرت امام حسینؓ)

۱۸۵۔ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اعمال کا عوض نہ چاہے (حضرت صدیق اکبرؓ)

۱۸۶۔ اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ کہ حسد نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے۔ جسطرح آگ لکڑیوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ (حدیث)

۱۸۷۔ اگر اپنے صدقات اعلانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اگر چھپا کر حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے (البقرہ: ۲۷۱)

۱۸۸۔ سب سے بہتر وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی میزان (ترازو) میں رکھی جائے گی۔ وہ اُس کا حُسنِ اخلاق ہوگا (حدیث)

۱۸۹۔ جو لوگ کسی ظالم سے اپنا حق لینے کے سلسلے میں مار ڈالے جائیں۔ وہ بھی شہید ہیں۔ (حدیث)

۱۹۰۔ جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے۔ اللہ اس پر ذلت و خواری مسلّط کر دیتا ہے (حضرت صدیق اکبرؓ)

۱۹۱۔ اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے۔ وہی خسارے میں رہنے والے ہیں (المنافقون: ۹)

۱۹۲۔ بدترین وہ لوگ ہیں جن کا احترام محض اُن کے شر سے بچنے کے لئے کیا
جائے۔ (حدیث)

۱۹۳۔ نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے۔ تیری فکر سے۔ تیری یاد سے۔ تیرے نام سے (جگر مراد آبادی)

۱۹۴۔ مومن اپنی ذات پہ۔ اپنی بیوی پہ اور اپنے ملازموں پہ جو کچھ خرچ کرتا ہے
وہ سب صدقہ اور عبادت ہے۔ جس پہ اُسے اجر ملے گا۔ (حدیث)

۱۹۵۔ شہید کو جام شہادت نوش کرتے وقت اتنی چبھن محسوس ہوتی ہے۔ جتنی کہ
تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔ (حدیث)

۱۹۶۔ اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی
ہوئی۔ (الانعام: ۱۵)

۱۹۷۔ اللہ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے۔
(حدیث)

۱۹۸۔ اللہ جس سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔
(حدیث)

۱۹۹۔ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی (اقبالؒ)

۲۰۰۔ اللہ تعالٰے تمہاری مدد پہ ہو تو کوئی طاقت تم پہ غالب آنے والی نہیں اور
اگر وہ تمہیں چھوڑ دے۔ تو کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے۔
(آل عمران: ۱۶۰)

۲۰۱۔ اللہ تعالٰے کو سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو انتقام لینے کی قدرت کے
باوجود معاف کر دے۔ (حدیث)

۲۰۲ - اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اور بدی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے (النحل : ۹۰)

۲۰۳ - قیامت کے دن جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا۔ وہ دو پڑوسی ہوں گے۔ (حدیث)

۲۰۴ - جو لوگ ایماندار ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر و نافرمان ہیں وہ ظلم و سرکشی کے خاطر لڑتے ہیں (النساء : ۷۶)

۲۰۵ - ہر صاحب علم کے لیے علم وبال بن جائے گا سوائے اس شخص کے جس نے اپنے علم پر عمل کیا (حدیث)

۲۰۷ - ایمان کے بعد بڑی عقلمندی لوگوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آنا ہے (حدیث)

۲۰۸ - مومن سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر جھوٹا اور خائن نہیں ہو سکتا (حدیث)

۲۰۸ - اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو۔ ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کا شعور نہیں۔ (البقرہ ۱۵۴)

۲۰۹ - جو مسلمان کسی مسلمان کو قرضہ دے گا تو اس کا اتنا ثواب ملے گا کہ گویا اس نے دو بار اتنی رقم راہ خدا میں دی (حدیث)

۲۱۰ - جب تین آدمی بیٹھے ہوئے ہوں۔ تو دو آدمی آپس میں کھسر پھسر نہ کریں کیونکہ یہ تیسرے آدمی کے لیے باعث رنج ہوگا۔ (حدیث)

۲۱۱ - جس شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے لڑائی کا سامان فراہم کر دیا تو گویا اس نے خود جہاد کیا۔ (حدیث)

۲۱۲ - اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ (الاعراف : ۹۶)

۲۱۳ اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ نفع بخش علم کا۔ مقبول عمل کا اور
پاک رزق کا (حدیث)
۲۱۴۔ ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال
کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا
ہے (الانبیاء: ۳۵)
۲۱۵۔ حسنؓ اور حسینؓ نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں (حدیث)
۲۱۶۔ خدا کے قانون کو اپنے اور سب پر نافذ کرتا اور اس معاملے میں اس
بات کی پرواہ نہ کرنا کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔ خلیفہ کا فرض ہے۔
(امام ابو یوسف)
۲۱۷۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا نفس میری
لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے (حدیث)
۲۱۸۔ مشرکوں سے سب مل کر لڑو۔ جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں
(التوبہ: ۳۶)
۲۱۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے مکارم اخلاق کیلئے
بھیجا گیا ہے (مؤطا امام مالک)
۲۲۰۔ اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور
ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کی اجازت سے اُس کی طرف دعوت دینے
والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ (الاحزاب: ۴۵-۴۶)
۲۲۱۔ دنیا گندگی کا ڈھیر اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اور وہ شخص
کتوں سے بھی بدتر ہے۔ جو دنیا کے مال پر جم کر بیٹھ جائے (امام حنبلؒ)
۲۲۲۔ حضرت عمرؓ کا دستور یہ تھا کہ جن والیوں پر خیانت کا شبہ ہوتا ان کے مال

میں سے نصف حصّہ بحق سرکار ضبط کر لیتے" (ابو زہرہ مصری)

۲۲۳۔ تم میں سے کوئی بھی مطلوبہ درجہ کا مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اُس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے، اور سارے انسانوں سے محبوب نہ ہو جاؤں (حدیث)

۲۲۴۔ اور ان باطل پرستوں سے برابر لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کیلئے ہو جائے (الانفال: ۳۹)

۲۲۵۔ جماعت رحمت ہے اور متفرق ہونا عذاب (حدیث)

۲۲۶۔ لوگوں کے پاس اپنی ضرورتیں بہت کم لے جاؤ کیونکہ اس میں ذلت اور رسوائی ہے (امام مالکؒ)

۲۲۷۔ خدا کی حدود اپنے قریب والوں اور دور والوں سب پر یکساں جاری کرو اور خدا کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔ (حدیث)

۲۲۸۔ علم کا مقصود ہے پاکئ عقل و خرد۔ فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب نگاہ (اقبالؒ)

۲۲۹۔ تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جو تم سے نفرت کرتے ہوں اور تم ان سے نفرت کرتے ہو (حدیث)

۲۳۰۔ اے رسولؐ! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے۔ اس کے ساتھ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ (النساء ۱۰۵)

۲۳۱ نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے (اقبالؒ)

۲۳۲۔ اے نبیؐ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو۔ حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو۔ ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔ (النحل: ۱۲۵)

۲۳۳۔ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو۔ تو اللہ اس کا مقصد پورا نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ لوگوں کی ضروریات پوری نہ کرے گا۔ (حدیث)

۲۳۴۔ خدا جس قوم کی تباہی چاہتا ہے۔ اس کی قیادت مسرف اور عیاش آدمیوں کے سپرد کر دیتا ہے (حدیث)

۲۳۵۔ (اے نبیؐ کی بیویو) اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو (الاحزاب: ۳۳)

۲۳۶۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان پر مضبوطی سے قائم رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری رسول اللہ کی سُنت (حدیث)

۲۳۷۔ اپنے بھائی کی مصیبت میں خوش مت ہو۔ ورنہ اللہ اُسے عافیت دے کر تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا (حدیث)

۲۳۸۔ تیرے کرم کے معاملے کو تیرے کرم پر ہی چھوڑتا ہوں
میری خطائیں شمار کرے۔ میری سزا کا حساب کر دے
(حفیظؔ)

۲۳۹۔ گناہ کو نہ دیکھو کہ وہ کتنا بڑا ہے۔ بلکہ اس خدا کی بڑائی کو سامنے رکھو جس کی نافرمانی کی جا رہی ہو (ابن قیمؒ)

۲۴۰۔ اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی۔ ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد۔ (اقبالؔ)

۲۴۱. لوگو! بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جبکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کوئی بدلہ دے سکے گا (لقمان: ۳۳)

۲۴۲. اللہ اور اس کے ملائکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو (الاحزاب: ۵۶)

۲۴۳. ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے۔ اور اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے۔ خواہ اچھا ہو یا بُرا (حدیث)

۲۴۴. وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پوری جنس دین پر غالب کر دے (التوبہ: ۳۳)

۲۴۵. تم اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے حسنِ سلوک کرے گی۔ (حدیث)

۲۴۶. ہر چیز جو اس زمین میں ہے۔ فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے ربِ جلیل و کریم کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے (الرحمٰن: ۲۷)

۲۴۷. نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ (اقبالؒ)

۲۴۸. وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا (اقبالؒ)

۲۴۹. بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

مسنون دُعائیں

قبولیت دُعا کب اور کیسے:

حضورؐ نے فرمایا:

وہ طویل سفر میں ہے پراگندہ حال، غبار آلود، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! مگر اس کی خوراک حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام کا ہے، حرام کی غذا سے نشو و نما پا رہا ہے۔ بھلا ایسے شخص کی دُعا کیونکر سُنی جائے گی؟ (مسلم)

اللہ تعالیٰ غافل اور بے حضور دل کی دُعا قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی)

جو آدمی بھی اللہ سے دُعا مانگتا ہے، اللہ اس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ بس یا تو دُنیا کے اندر اس کا اثر ظاہر کر دیتا ہے، یا آخرت کے لیے اس کا اجر محفوظ کر دیتا ہے، یا دُعا کے بمقدار اس کے گناہ دُور کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ کی یا قطع رحمی کی دُعا نہ کرے یا جلدی نہ مچائے۔ (ترمذی)

صبح ہونے پر

۱۔ اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔

"اے اللہ! تیری ہی مدد سے ہم نے صبح کی اور تیری ہی مدد سے شام کی۔ تیرے ہی کرم سے ہم سے زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہمیں موت آئے گی، اور تیری ہی طرف ہم کو پلٹ کر جانا ہے۔"

شام ہونے پر

۲۔ اَللّٰھُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ۔

"اے اللہ! تیری ہی مدد سے ہم نے شام کی اور تیری ہی مدد سے صبح کی۔ اور تیرے ہی کرم سے ہم جی رہے ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہم مر جائیں گے، اور انجام کار تیرے ہی سامنے ہمیں حاضر ہونا ہے۔"

سونے کے وقت

۳۔ بِاسْمِكَ اَللّٰھُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْيَا۔

"اے اللہ! تیرے ہی نام سے میں زندگی کو کھوتا (سوتا) ہوں، اور حاصل کرتا (جاگتا) ہوں۔"

بیدار ہونے پر:

۴۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں مُردہ کر دینے کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور آخر کار اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔"

خواب سُنانے پر

۵۔ خَیْرًا تَلَقَّاہُ وَشَرًّا تَوَقَّاہُ خَیْرًا لَّنَا، وَشَرًّا عَلٰی اَعْدَآئِنَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

"اس خواب کی بھلائی تمہیں نصیب ہو اور بُرائی سے بچے رہو۔ ہمارے حق میں بہتر اور ہمارے دشمنوں کے لئے وبال ہو۔ اور سب حمد وستائش اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔"

بیتُ الخلاء میں داخل ہوتے وقت

۶۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

"اے اللہ! میں شیاطین کے ذکور واناث سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

بیت الخلاء سے باہر آتے وقت

۷۔ غُفْرَانَکَ "اے اللہ! میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔"

وضو کرتے وقت

۸۔ اَتَوَضَّأُ بِسْمِ اللّٰہِ۔ "اللہ کے نام سے وضو کا آغاز کرتا ہوں۔"

وضو کرنے کے بعد

۹۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

"اے اللہ! مجھے توبہ کرتے رہنے والوں میں شامل کر اور پاکیزہ بنا۔"

اذان سننے کے بعد

۱۰۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

"اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمدؐ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں مقام محمود پر فائز کر جس کا تُو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔"

شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لئے

۱۱۔ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ (المؤمنون ۹۸، ۹۹)

"اے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

بیمار کی عیادت پر

۱۲۔ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

"اے اللہ! تکلیف دور فرما، اے لوگوں کے پروردگار! اسے شفا عنایت کر، تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا اور کہیں شفا نہیں۔ ایسی شفا دے جو بیماری کا نام و نشان تک نہ رہنے دے۔"

مریض کی وفات پر

۱۳۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ۔

"الہٰی! اس کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ زمرے میں اس کو مرتبہ بلند عنایت فرما، اور پسماندگان میں اس کا جانشین ہو جا۔ اے رب العلمین! ہماری اور اس کی مغفرت کر، اس کی قبر کو کشادہ کر، اور اسے نور سے منور کر دے۔"

نماز جنازہ

نماز جنازہ میں چار تکبیریں (اَللّٰهُ اَكْبَرُ) کہی جائیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء

۱۴۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

"پاک ہے تو اے اللہ! تعریف و ستائش ہے تیرے لیے، برکت والا ہے تیرا نام، بلند و بالا ہے تیری بزرگی، سب سے اونچی ہے تیری تعریف، اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔"

دوسری تکبیر کے بعد درود:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

"خدایا! رحمت بھیج محمدؐ اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے درود و سلام اور برکت و رحمت اور رحم فرمایا ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر، بے شک تیری ذات بڑی ہی قابلِ تعریف اور عظمت والی ہے۔"

تیسری تکبیر کے بعد بالغ مرد یا عورت کی میت ہونے کی صورت میں یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

"اے اللہ! ہمارے زندہ و مُردہ، ہمارے موجود و غیر موجود، ہمارے چھوٹے اور بڑے، ہمارے مرد اور عورت، سب کی مغفرت فرما۔ اے اللہ ہم میں سے جسے تُو زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے تو موت دے اُسے ایمان پر موت دے۔"

اگر میت نابالغ لڑکے کی ہو تو یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

"اے اللہ! اس بچے کو ہمارا ہراول بنا۔ اسے ہمارے لیے اجر و ثواب کا ذخیرہ بنا، اور اسے ہمارے لیے شافع بنا دے اور اس کی شفاعت قبول فرما۔"

اگر میت نابالغ لڑکی کی ہو تو اِجْعَلْهُ کے بجائے اِجْعَلْهَا اور شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا کے بجائے شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً پڑھنا چاہیے اور اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دینا چاہیے۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت

۱۵۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

"اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر (اس کو قبر کے حوالے کرتا ہوں)۔"

قبر پر مٹی ڈالتے وقت

۱۶۔ قبر پر مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتدا کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے۔ پہلی مرتبہ پڑھے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا) دوسری مرتبہ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (اور اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے) اور تیسری مرتبہ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (اور اسی سے قیامت کے روز تم کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے) پڑھے۔

عام طور پر قبرستان جانے پر

۱۷۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ۔

"اے اس دیار کے رہنے والے مومن اور مسلمان باسیو! تم پر سلام ہو۔ ان شاء اللہ ہم تم سے عنقریب آملیں گے ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے آسائش کا سوال کرتے ہیں۔"

مسجد میں داخل ہوتے وقت

۱۸۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

"اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

مسجد سے نکلتے وقت

۱۹۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

گھر سے نکلنے پر

۲۰۔ بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

"اللہ کے نام سے (میں نے باہر قدم رکھا) اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا۔ اور اللہ کی مدد کے بغیر کوئی چارہ گری اور کوئی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔"

گھر میں داخل ہونے پر

۲۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا۔

"اے اللہ! میں تجھ سے آمد بخیر اور روانگی بخیر کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم اندر آئے اور اللہ ہی کے نام سے ہم باہر نکلے اور اللہ (پروردگار) پر ہمارا بھروسہ ہے۔"

سفر پر روانہ ہونے پر

۲۲۔ اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُهٗ۔

"میں تمہیں اللہ کو سونپتا ہوں جس کے پاس امانتیں ضائع نہیں ہوتیں۔"

سواری پر سوار ہونے پر

۲۳۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

"پاک و بے عیب ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا ہے، ورنہ ہم خود اس کو زیر نہ کر سکتے تھے اور ہمیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

سفر سے واپسی پر

۲۴۔ اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ

وَالْاَهْلِ اٰئِبُوْنَ، تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

"اے اللہ! اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی، پرہیزگاری اور عمل پسندیدہ کی درخواست کرتے ہیں۔ خداوندا ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان کر دے۔ اس کی درازی کو کم کر دے۔ اے اللہ تو ہی سفر میں رفیق اور گھر والوں کے لئے قائم مقام ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے، اندوہناک مناظر سے، اور گھر بار کو بری حالت میں آ کر دیکھنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ہم لوٹنے والے ہیں، بار بار توبہ کرنے والے، بندگی بجالانے والے، اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔"

کسی بستی میں داخلہ پر

۲۵۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا (یہ تین مرتبہ فرماتے) اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحَ اَهْلِهَا اِلَيْنَا

"اے اللہ! اس بستی کو ہمارے لیے بابرکت بنا دے۔ اے اللہ! اس بستی کے پھل (فوائد) سے ہمیں متمتع فرما۔ اس کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے اور ہمارے دلوں میں اس کے نیک لوگوں کی محبت ڈال دے۔"

بادل آتا دیکھ کر

۲۶۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ اور اگر وہ برسنے لگتا تو آپ فرماتے اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا

"اے اللہ! اس کے اندر جو شر ہے میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں ——— اے اللہ! مفید اور شاداب کن بارش ہو۔"

بجلی کے کڑکنے پر

۲۷۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ (الرعد: ۱۳)

"بادلوں کی گرج اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔"

آندھی اٹھنے پر

۲۸۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے اس آندھی کی بہتری اور جو اس میں ہے اس کی بہتری اور جس غرض کے لیے بھیجی گئی ہے اس کی بہتری چاہتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس کے اندر ہے اور جس غرض کے لیے بھیجی گئی ہے۔"

کسی قوم سے اندیشہ لاحق ہونے پر

٢٩۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِی نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

"اے اللہ! دشمنوں کے مقابلے میں ہم تجھے ہی اپنی ڈھال بناتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔"

کوئی مصیبت آنے پر

٣٠۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ عِبَادِكَ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

"اے اللہ! میں تیرے بندوں کے شر سے تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔"

بے چینی اور اضطراب پر

٣١۔ (١) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔

"اے زندہ جاوید ہستی! اے کائنات کے منتظم! تیری رحمت کے وسیلے سے فریاد کرتا ہوں۔"

(٢) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

"تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو ہی بے عیب و پاک ہے، میں ہی اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہوں۔"

ادائیگی قرض کے لیے

٣٢۔ (١) اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

(٢) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔

"اے اللہ! مجھے اپنا رزقِ حلال عنایت فرما کر حرام روزی سے بچا لے! اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔"

"اے اللہ! میں غم و اندوہ، بے دست و پائی اور سستی، بخل اور بزدلی، قرض، اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

شادی پر مبارک باد

٣٣۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَیْكُمَا، وَجَمَعَ بَیْنَكُمَا فِیْ خَیْرٍ۔

"خدا تجھے خوش رکھے، تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے، اور تم دونوں کو بھلائی پر متفق رکھے۔"

شادی پر شوہر کی دعا

٣٤۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْهِ

"اے اللہ! مجھے اس کی اچھائی سے اور جو عادات تو نے اس کی جبلت میں رکھی ہیں ان کے اچھے پہلوؤں سے بہرہ مند کر۔ اور اس کی برائی اور اس کی جبلت کی بری خصلتوں سے پناہ میں رکھ۔"

خلوت پر

۳۵۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔

"اللہ کے نام سے، الٰہی ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو تُو نے ہمارے نصیب میں لکھا ہے (یعنی اولاد) اس سے شیطان کو دفع رکھ۔"

بچے کی ولادت پر

آیت الکرسی اور ذیل کی دو آیات تلاوت کی جائیں اور معوذتین (سُورہ فلق اور الناس) سے اُن کو دم کیا جائے۔

۳۶۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (الاعراف ۵۴-۵۵)

"درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر متمکن ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے۔ اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس نے سُورج اور چاند تارے پیدا کیے۔ سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو اُسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔ اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اچھی چیز دیکھنے پر

۳۷۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ "اللہ جو چاہے، اللہ کے بغیر کسی کو کوئی طاقت نہیں۔"

بُری چیز دیکھنے پر

۳۸۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ "ہر حال میں اللہ کا شکر اور اُس کی حمد ہے۔"

تحفہ لینے اور دینے پر

۳۹ تحفہ لینے پر، بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكُمْ ۔ تحفہ دینے پر، وَفِیْهِمْ بَارَكَ اللّٰهُ ۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے مال و منال میں برکت دے ـــ اللہ ان پر بھی برکت نازل کرے۔"

نیا لباس پہننے پر

۴۰۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔

"اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری تدبیر اور طاقت کے اسے میری قسمت میں لکھا۔"

مصیبت زدہ دیکھنے پر

۴۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ اللّٰہُ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

"اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے لاحق ہونے والی مصیبت سے مجھ کو عافیت میں رکھا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر مجھے نمایاں فوقیت بخشی۔"

مجلس کے خاتمہ پر

۴۲۔ اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔

"اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت و خوف کا اتنا حصہ دے جو ہمارے اور معصیت کے درمیان آڑ بن جائے اور وہ فرماں برداری دے جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے، وہ ایمان و اذعان عطا کر جس سے ہمارے لیے دنیا کے نقصانات ہیچ ہو جائیں۔ اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہماری شنوائیوں، ہماری بینائیوں، اور ہماری توانائیوں سے ہمیں بہرہ مند رکھ، اور اس خیر کو ہمارے بعد بھی باقی رکھ، اور ہم پر جو ظلم کرے اس سے ہمارا انتقام لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس پر غلبہ دے اور ہمیں دین کی آزمائش میں مبتلا نہ کر اور نہ دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم اور علم و دانش کی کل پونجی اور ہم پر اس شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

کھانا شروع کرنے پر

کھانا کھاتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے اگر پہلے بسم اللہ کہنا بھول جائیں تو بعد میں یہ الفاظ کہہ لیے جائیں:

۴۳۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔ "اللہ کے نام سے اول بھی اسی کا ہے اور آخر بھی اسی کا۔"

کھانے کے بعد

۴۴۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

"اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔"

میزبان کے لیے دُعا

۴۵۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ، وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ۔

"الٰہی! ان کے رزق میں برکت دے اور ان پر مغفرت و رحمت فرما۔"

مصافحہ کرنے پر

۴۶۔ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔ "اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔"

نیا پھل دیکھنے پر

۴۷۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا، وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا، وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا، وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا۔

"اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے۔ ہمارے شہر میں برکت دے۔ ہمارے صاع اور مُد میں برکت دے۔"

نیا چاند دیکھنے پر

۴۸۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، رَبُّنَا وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔

"اللہ سب سے بزرگ تر ہے۔ اے اللہ! یہ چاند ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال، اور اس کام کی توفیق کا موجب ٹھہرا جو تجھے محبوب اور پسند ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔"

افطار کے وقت

۴۹۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

"اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق سے اسے افطار کر رہا ہوں۔"

لیلۃ القدر کی دُعا

۵۰۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

"اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے پس مجھے معاف کر دے۔"

نومسلم کی دُعا

۵۱۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

"اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، عافیت بخش اور روزی عطا کر۔"

جامع دُعائیں

(١) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا جسے میں جانتا ہوں اور جسے نہیں جانتا ۔ سوال کرتا ہوں۔ اور ہر برائی سے جو مجھے معلوم ہے اور جو معلوم نہیں ۔ تیری پناہ مانگتا ہوں"

(٢) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ، وَدَعْوَةٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَهَا۔

"اے اللہ! میں بے حضور دل سے ، بے صبر نفس سے ، بے سُود علم سے اور غیر مقبول دعا سے تیری پناہ چاہتا ہوں"

(٣) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَمِنْ فُجَاْءَةِ نِقْمَتِكَ وَمِنْ جَمِیْعِ سَخَطِكَ۔

"اے اللہ! میں تیری نعمت کے چھوٹ جانے سے ، تیری عافیت کے پلٹ جانے سے ، تیری سزا کے اچانک وارد ہو جانے سے اور تیری ہر ناراضگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

(٤) اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔

"اے اللہ! ہمارے تمام کاموں کا انجام بخیر ہو، اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ"

(٥) اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

"اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کرنے میں ہماری مدد فرما"

(٦) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ، وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

"اے اللہ! میں معاملات دین میں ثابت قدمی اور راست بازی پر استقلال کا تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمتوں کی شکر گزاری اور تیری بہترین عبادت گزاری کی توفیق چاہتا ہوں ، قلب سلیم اور زبان صادق مانگتا ہوں، اور ہر وہ بھلائی چاہتا ہوں جسے تُو جانتا ہے اور ہر اُس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے ۔ میرے جو گناہ تیرے علم میں ہیں میں اُن کی معافی کا خواستگار ہوں ۔ تُو ہی ہر غیب کا جاننے والا ہے ۔

(۷) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْفَعَ ذِکْرِیْ وَتَضَعَ وِزْرِیْ وَتُطَھِّرَ قَلْبِیْ وَتُحْصِنَ فَرْجِیْ وَ تُنَوِّرَ لِیْ قَلْبِیْ وَتَغْفِرَ لِیْ ذَنْبِیْ۔

"الٰہی! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میرا ذکر بلند کر، میرا بوجھ اتار دے، میرا دل پاکیزہ کر، میرا دامن پاک رکھ، میرے دل میں اُجالا کر، میرے گناہوں کی مغفرت فرما۔"

(۸) اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَارْزُقْنِیْ عِلْمًا تَنْفَعُنِیْ۔

"الٰہی! جو علم تو نے مجھے دیا ہے میرے حق میں اسے نافع کر، اور جو علم نافع ہو وہ مجھے عطا کر، اور وہ علم مجھے نصیب فرما جو مجھے نفع دے۔"

(۹) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ صِحَّۃً فِیْ اِیْمَانٍ وَاِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَنَجَاحًا یَتْبَعُہٗ فَلَاحٌ وَرَحْمَۃً مِّنْکَ وَعَافِیَۃً وَمَغْفِرَۃً مِّنْکَ وَرِضْوَانًا۔

"اے اللہ! میں تجھ سے ایمان جس میں جوش و قوت ہو، حسن اخلاق جس میں ایمان کی تاثیر ہو، کامیابی جس کے تحت اخروی فلاح ہو، کا خواستگار ہوں اور تیری رحمت، عافیت، مغفرت اور خوشنودی کا سائل ہوں۔"

(۱۰) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَائِمًا وَّاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا وَّاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِدًا وَّلَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا حَاسِدًا۔

"اے اللہ! مجھے اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے ــــــ (غرض ہر حالت میں) اسلام پر قائم رکھ اور کسی حاسد دشمن کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔"

(۱۱) اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ۔

"اے اللہ! اس شخص کو مجھ پر مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔"

دُعائے استخارہ

استخارہ کا مطلب ہے طلبِ خیر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو استخارہ کی نماز اور دُعا کا جو طریقہ سکھایا وہ معمولی سے اختلاف سے یوں ہے۔

آدمی کو جب کوئی مشکل پیش آئے اور اس کے سامنے ایک سے زیادہ پہلو ہوں تو صحیح پہلو کے بارے میں شرح صدر حاصل کرنے کے لیے مکروہ اور حرام اوقات چھوڑ کر کسی وقت دو رکعت نماز پڑھے۔ ان رکعتوں میں اگرچہ مخصوص سورتوں کی شرط نہیں لیکن بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔۔۔" اور دوسری میں "قُلْ هُوَ اللهُ۔۔۔" پڑھے۔ نماز کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ
وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں اپنی حاجت کا نام لے کر اسے بیان کرے)
خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ
لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ
هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ
فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَيْرَ
حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے صدقے خیر چاہتا ہوں اور تیری قدرت اور تیرے فضلِ عظیم سے طاقت و توانائی چاہتا ہوں اس لیے

کہ تُو قادر ہے اور مجھے قدرت نہیں۔ تُو جاننے والا ہے اور مجھے علم نہیں۔ اور تُو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام دین و دُنیا کے لحاظ سے میرے لیے بہتر ہے تو تُو اسے میرے لیے مقدر فرما۔ مجھ پر آسان کر دے اور میرے لیے مبارک کر۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام دین و دنیا اور انجام کے لحاظ سے میرے لیے بُرا ہے تو تُو اس کام کو مجھ سے دُور رکھ اور مجھے اس سے باز رکھ اور میرے لیے بہتری مقدر فرما جہاں بھی وہ ہو اور پھر اُس پر مجھے مطمئن اور راضی کر دے۔"

استخارہ کے بعد دل میں کام کے جس پہلو کے بارے میں یقین پیدا ہو جائے اسے اختیار کر لے۔ استخارہ ان امور میں مستحب ہے جن کا پہلوئے خیر انسان پر واضح نہ ہو۔ مثلاً شادی، سفر، تجارتی معاملات وغیرہ۔

خطبۂ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ
لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا
رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ
تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ لا
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

خطبۂ جمعہ

الخطبة الاولی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ
وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ - وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا -
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ
فَلَا هَادِىَ لَهٗ - وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ - وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ - اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ
نَذِيْرًا بَيْنَ يَدِيِ السَّاعَةِ - مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ اهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا
فَاِنَّهٗ قَدْ غَوٰى - وَ اِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ
وَ لَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا - اِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ
اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ - وَ اِنَّ خَيْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا
وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا - كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ
وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - قَالَ
اللهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ : يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْٓا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ - ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - فَاِذَا قُضِيَتِ
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِ اللهِ وَ اذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ - وَ اِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا
اِنْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا - قُلْ مَا
عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ .
وَ اللهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ -
صَدَقَ اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَ نَفَعَنِيْ وَاِيَّاكُمْ
بِاٰيٰتِهٖ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ - اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَّادٌ
كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ -

الخطبة الثّانية

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - وَ الصَّلٰوةُ
وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْاَمِيْنِ - اَمَّا بَعْدُ
فَيَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ - اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ - قَالَ اللهُ تَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْكَرِيْمِ -
اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ -
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى وَ صَامَ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ قَعَدَ
وَ قَامَ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَ
الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى سَآئِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ
وَ عَلٰى عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ - اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ
وَ الْمُسْلِمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ
وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ - اَللّٰهُمَّ

اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا
الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ - اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا
عَلَى الْاِسْلَامِ - اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِيْمَانِ -
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ - اَلْاَحْيَآءِ
مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ - عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ
اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِى
الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ - اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ
وَ ادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ - وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى
وَ اَوْلٰى وَ اَعَزُّ وَ اَجَلُّ وَ اَتَمُّ وَ اَهَمُّ وَ اَكْبَرُ ۔

*****

صراط مستقیم